

اقوام متحدہ

انسانی حقوق کی علمبردار تنظیم کے اسلام مخالف "کارناموں" کا جائزہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
ماہنامہ
آخبار طلباء
مفتیج کتاب و سنت علیہ
میدان عمل مولانا
طلبا کا ترجمان

شمارہ نمبر 3 مارچ 2013ء، ربیع الثانی/جمادی الاول 1434ھ جلد نمبر 13

23 مئی 1947ء تمیز پاکستان کی تحریض لائے استغناء سید

کشمیر، جبر آباد، جونا گڑھ، مناوار،
گورداسپور اور فیروزپور سمیت تمام
مقبوضہ علاقوں کی بازیابی
ہر پاکستانی پر فرض ہے



آفتابِ طالب

منہج کتاب و سنت لیے
مہمانِ علم ہیں
طلبا کا تہان



شمارہ نمبر 3 مارچ 2013ء - رجب الثانی / جمادی الاول 1434ھ جلد نمبر 13

فہرست

26	احمد حماس	اخبارِ عالم	● حالاتِ حاضرہ
13	ثاقب مجید	قبولِ اسلام کی بڑھتی لہر	
21	راشد علی	مقبوضہ وادی میں قابض فوج کا مورال	
23	شازیہ اکرم	افضل گرو کی شہادت	
11	پروفیسر حافظ محمد سعید رحمہ اللہ	تفسیر سورۃ محمد ﷺ	● تفسیر القرآن
18	حارث افضل	ادب لازم ہے	● تعلیم و تعلم
24	بلال غزنوی	طلبا کا رز	
28	عدیل اسلم	فکرِ آخرت	● فکر و نظر
39	محمد شفیع شیخ	آئیے ورزش کریں	
36	حارث انیس	تعلیمی اداروں میں Pet Show کا انعقاد	
30	حذیفہ	چہرہ روشن اندرونِ چنگیز سے تاریک تر	● تعاقب
32	وقار احمد	ابود جانہ ثناء اللہ شہید رحمہ اللہ	● تذکرہ شہداء
38	ادارہ	قارئین کے خطوط، تبصرے، تجاویز	● آپ کی آراء
41	عبدالرحمن	ونڈ پاور	● سائنس و یو
44	ادارہ	عقل مند شہزادہ، تاریخی جہرنے	● پھول ستارے
40	شہیر آصف	گورنمنٹ MAO کالج لاہور	● تعارف



اداریہ

احمد سدید



تکمیل پاکستان
عبدالرحمن



اقوام متحدہ

حنظلہ عماد



اہلِ مغرب کا معاشرتی بحران

اسامہ

فی پرچہ 15 روپے، سالانہ 150 روپے

یورپی ممالک پونڈ	امریکی ڈالر	سعودی ریال
20	30	70

PO BOX No. 966, GPO LHR.
akhbaretalaba@yahoo.com

Ph: 0334-7551755

بلوچستان لہو لہو ہے.....!

کتاب اللہ سے راہنمائی ہی ہمیں بچا سکتی ہے

لَتَبْلُوْنَ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذٰى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَهَانَ لَكُمْ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر۔

”یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“ (آل عمران: 186)

16 فروری بروز ہفتہ شام کے وقت کوئٹہ کے علاقے ہزارہ ٹاؤن میں ہولناک بم دھماکے سے خواتین سمیت 86 افراد جاں بحق اور 180 سے زائد افراد زخمی ہو گئے۔ دو عمارتیں مکمل طور پر منہدم جبکہ درجنوں گاڑیاں اور دکانیں تباہ ہو گئیں۔ یعنی شاہدین کے مطابق دھماکے کے بعد جائے وقوعہ پر قیامت صفری کا منظر تھا اور ہر طرف جلے، کٹے پھٹے انسانی اعضاء بکھرے پڑے تھے۔ رپورٹ کے مطابق بارود ایک پانی کی ٹینگی میں نصب کیا گیا تھا۔ دھماکے کے بعد مشتعل افراد نے علاقے میں شدید فائرنگ کی اور امدادی کاموں کے لیے جانے والے افراد پر پتھراؤ بھی کیا۔ جس سے امدادی کاروائیوں میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اتوار کو ملک گیر سطح پر سانحہ کوئٹہ پر سوگ ہوا اور ہڑتال بھی کی گئی، اس دوران کراچی میں نامعلوم شریکین نے ٹرانسپورٹ برادری کی نہ صرف 4 گاڑیوں کو نذر آتش کیا بلکہ شہر بھر میں 9 مزید افراد کو بھی موت کی نیند سلا دیا۔ اگلے دن بھر پور ہڑتال کی کال دی گئی اور عملی طور پر ملک سیل کر دیا گیا۔ کراچی شہر کی مصروف شاہراہوں کو بھی رکاوٹیں لگا کر بند کر دیا گیا۔ N-5 پاکستانی معیشت کے لیے سب سے اہم سڑک جو کراچی سے پشاور تک جاتی ہے، کو بیسیوں جگہ سے بند کر دیا گیا اور لاکھوں عوام کو سخت پریشانی سے دوچار ہونا پڑا۔

کوئٹہ میں گزشتہ مہینے بھی ایسا ہی ایک دھماکہ ہوا جس میں بیسیوں جانیں ضائع ہوئیں اور سو سے زائد افراد زخمی ہوئے نیز روزانہ ہی دو چار قتل کی خبریں معمول ہیں حتیٰ کہ قانونی ادارے بھی محفوظ نہیں۔ فرنیچر کور کے سینکڑوں جواں بھی گزشتہ چند سالوں میں اس دہشت گردی کا نشانہ بنے ہیں۔ وہ کوئٹہ جو کبھی پاکستان کا خوبصورت سیاحتی مرکز ہوتا تھا مگر اب اس شہر کا حسن گہنا گیا ہے۔ وہ کوئٹہ جس کے سرمئی پہاڑوں میں شام کے سائے بہت حسین ہوا کرتے تھے..... وہ کوئٹہ جس میں زندگی سرد پانی میں تیرتی ہوئی ٹراؤٹ مچھلی کی طرح متحرک رہتی تھی..... وہ کوئٹہ جس کے قبوے کا ذائقہ مخصوص لذت اور خوشبو کا مالک ہے..... آج اسے نظر بد لگ گئی ہے۔ تقریباً یہی صورتحال کراچی کی ہے۔ میگاسٹی جو پاکستانی معیشت کا مرکز ہے، ہمارا پہلا دار الحکومت ہے، آج اس کی پہچان ٹارگٹ کلنگ اور بوری بند لاشیں بن گئی ہے۔ جہاں بچے کو سکول سے واپسی پر دیر ہو جائے تو ماں کو یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ بچے کی بجائے اس کی ”اطلاع“ نہ آجائے۔ جہاں گھر سے نکلنے والا ہر شخص اس خدشے سمیت قدم باہر رکھتا ہے کہ شاید واپسی ان قدموں پر نہ ہو۔ یہ وہ حالات ہیں جن کی وجہ سے ہر محبت وطن متفکر ہے، ہر شخص تبصرہ کر کے اپنی طرف سے حل پیش کر رہا ہے مگر بد قسمتی سے اکثریت سطحی سوچ کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ وہ صرف معاملے کے ایک پہلو کو دیکھ رہے ہیں اور دوسرے انتہائی اہم پہلو کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ پاکستان کے جمہوری نظام میں فوج اور ایجنسیوں پر الزام تراشی کی روایت عام ہے لہذا بہت سارے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے ہیں۔ پاکستان کا مخصوص میڈیا گروپ بھی اس میدان میں پیش پیش ہے اور ہمیشہ کی طرح وہ اس موقع پر بھی انارکلی پھیلانے اور فوج، مذہبی لوگوں کا تاثر خراب کرنے میں مصروف ہے۔ آپس کے اختلافات کو اچھال کر ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھنے کی بجائے زخم ہرے کرنے میں مصروف ہے۔ حالات کا صحیح رخ کیا ہے اور اس موقع پر کس طرز عمل کا مظاہرہ ہونا چاہیے؟ اس پر گہرے تدبر کی ضرورت ہے اور پروپیگنڈہ اور جانب داری سے بچتے ہوئے مایوس ہونے کی بجائے ہمیں اللہ کی کتاب اور رہبر کائنات ﷺ کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرنی ہے۔ پھر تبصرہ کی بجائے عملی اقدامات کرنا ہوں گے تاکہ ہمارا کوئٹہ، کراچی، بلوچستان بلکہ پورا ملک امن کا گہوارہ بنے..... اور امت مسلمہ کی امیدوں کا مرکز اور ان کے لیے مضبوط سہارا بنے۔

اس معاملے کو ہم دو پہلوؤں سے دیکھیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کسی بھی قسم کے حالات ہوں وہ اللہ رب العالمین کی دسترس سے باہر نہیں ہو سکتے۔ حدیث قدسی ہے ”سب الدھر اقلب اللیل والنہار (متفق علیہ)

یعنی ابن آدم! زمانے کو گالیاں دے کر برا بھلا کہہ کر مجھے ایذا نہ پہنچاؤ کیونکہ (درحقیقت) میں ہی زمانہ (خالق و مالک اور حالات پیدا کرنے والا) ہوں۔ دن

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۚ انظُرْ كَيْفُ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ -

سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”میں نے اپنے رب سے کچھ دعائیں کی ہیں جو یہ ہیں: 1- میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میری ساری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرنا، اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ 2- میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری ساری امت کو قحط میں مبتلا نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو بھی قبول فرمایا۔ 3- میں نے دعا کی کہ میری امت کو آپس میں اختلاف اور انتشار سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں فرمایا۔ (مسلم: کتاب الفتن: 2890)۔ اسی طرح حدیث کے مطابق فتنوں کے دور میں ہرج ہوگا۔ پوچھا گیا: ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل، قتل، قتل..... نہ قاتل کو پتہ ہوگا کہ میں کیوں قتل کر رہا ہوں اور نہ مقتول کو پتہ ہوگا کہ ”ہای ذنب قتلت“ مجھے کس وجہ سے قتل کیا گیا ہے؟ آج وہی کیفیت بنی ہوئی ہے۔ اندھی گولی چل رہی ہے جس کی وجہ سے اندھا قتل ہو رہا ہے۔ مارنے والے کی مرنے والے سے کوئی دشمنی نہیں بلکہ جانتے ہی نہیں کہ کس کو قتل کر رہے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے ارباب حل وعقد کتاب اللہ اور جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے تو تمہاری آپس کی لڑائیاں شروع ہو جائیں گی۔ نیز سورہ الانفال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اَلَا تَتَعْلَمُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةً فِیْ الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ۔** (الانفال: 73)

اس معاملے کا دوسرا اور انتہائی اہم پہلو یہ ہے کہ ہم حالت جنگ میں بیرونی حالات کو سامنے رکھیں تو ملکی صورتحال آسانی سے سمجھ آ جائے گی۔ امریکہ، نیٹو اور ان کے اتحادی ساڑھے گیارہ سال سے افغانستان پر قابض ہیں۔ ان کا ہدف پاکستان ہے۔ ہمارے ازلی دشمن مکار بھارت نے ان کی موجودگی کا بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کی افغانستان میں را (RAW) نے تفصیل خانوں کی آڑ میں دہشت گردی کے ترقیتی مراکز قائم کیے جہاں برما بلوچی فوجیوں اور دیگر صوبوں کے فوجیوں کو پاکستان کے خلاف کتنی باہنی کی طرز پر ابھار کر ان کو ٹریننگ دی۔ ساری دنیا کا کفر ہماری سرحدوں پر جمع ہوا بیٹھا ہے۔ لہذا ہمیں حالات کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے۔ یہاں دو اہم معاہدوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ پہلا معاہدہ ایران سے گیس خریدنے کا ہے۔ جب یہ منصوبہ شروع ہوا تو امریکہ نے ہمیں لالچ دیا کہ وہ پاکستان کو اس سے بھی سستی گیس دلائے گا اور ترکمانستان سے افغانستان، پاکستان اور بھارت (TAPI) تک گیس پائپ لائن بچھانے کا منصوبہ بنایا گیا لیکن الحمد للہ ان کا یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہوگا۔ دوسرا معاہدہ گوادر پورٹ کو چین کے حوالے کرنے کا ہے۔ امریکہ اور بھارت کو اس معاہدے پر شدید تکلیف ہے اور انہوں نے شدید دباؤ عمل کا اظہار بھی کیا ہے۔ آئندہ دنیا کی تجارت خلیج کو وسط ایشیا سے ملانے کا راستہ گوادر ہے۔ دنیا کی آدھی سے زیادہ تجارت کی گزر گاہ گوادر بننے جا رہی ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادی افغانستان سے شکست کھا کر نکل رہے ہیں لیکن چاہتے ہیں کہ ان کے بعد بھارت خطے کی بلا دستی کے لیے تیار ہو۔ ایشیا پیسیفک (Asia Pacific) میں امریکہ، بھارت، جاپان اور آسٹریلیا نے چین کے خلاف نیا عسکری و اقتصادی اتحاد بنایا ہے۔ چین نے اس کے جواب میں تین بندرگاہوں کا انتظام سنبھال لیا ہے۔ پہلی چنگا گنگ، دوسری سری لنکا اور تیسری گوادر جو سب سے زیادہ اہم ہے۔ لہذا انہوں نے بلوچستان کے حالات خراب کرنے پر آخری زور لگانا شروع کر دیا ہے۔ کوئٹہ سانحہ اور گوادر میں مزدوروں کا قتل اور اس سے پہلے چینی انجینئروں کا قتل، ان سب واقعات کو اگر عمیق نظروں سے دیکھیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جس طرح سوویت یونین جہاد سے ٹکرا کر پاش ہو گئی، اسی طرح اب ان شاء اللہ امریکہ اور اس کے حواریوں کی باری ہے۔ ان کا سارا نقشہ چور ہو چکا ہے۔ افغانستان کے پہاڑوں میں بندہ صحرائی و مرد کوہستانی نے ان کی ٹیکنالوجی کا ہوا ختم کر دیا ہے۔ اب وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہیں اور گھٹیا حرکتوں پر اترے ہیں۔ جن میں پاکستان کے معصوم شہریوں کو ذروں اور بم دھماکوں کے ذریعے خون میں نہلنا شامل ہے۔ اسی طرح پاکستان میں شیعہ سنی فساد برپا کرنا اور فوج اور عوام کے درمیان نفرتیں کھڑی کرنا ان کے ایجنڈے کا حصہ ہے۔

14-2013 میں افغانستان سے امریکیوں نے نکلنا ہے۔ لہذا ہمیں یہ وقت انتہائی صبر اور حوصلے سے گزارنا ہے۔ کسی بھی قیمت پر آپس کی لڑائی سے بچنا ہے۔ ساری جماعتوں اور افراد کو اکٹھا کرنا ہے۔ باہمی نفرتوں اور الزام تراشیوں کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔ ادارے بھی پاکستان کے ہیں، جماعتیں بھی پاکستان کی ہیں اور عوام بھی۔ کا عدم کی بجائے مذاکرات کی راہ نکالی جائے اور ناراض لوگوں کو منایا جائے۔ بلوچستان میں فوج ہلانے کا مطالبہ بھی کیا جا رہا ہے لیکن باہر سے طاقت سے سب مسئلہ حل نہیں ہوتے۔ اندرونی مسائل ہمیشہ افہام و تفہیم سے حل ہوتے ہیں۔ نیٹو و امریکہ کے بھاگنے کا انتظار کر لیا جائے پھر ہندو جنے کو سبق سکھانے کا وقت آئے گا۔ بھارت کو بھی یہی پریشانی لاحق ہے۔ فرانس سے دفاعی معاہدے اور راجھستان میں جنگی مشینیں ثابت کرتی ہیں کہ وہ بھی حالات کا رخ سمجھتے ہیں اور روایتی جنگ کی تیاری بھی کر رہے ہیں۔ ہمارے نوجوان خصوصاً طلباء کو کبھی دین و وطن کی حفاظت کے لیے ہر دم چوکس و چونکار ہونا چاہیے۔ اللہ پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے (آمین)

کہتے ہیں ”وقت کبھی نہیں رکتا۔“

یہ بات کئی ایک تناظر میں بڑی حد تک درست ہے مگر اس حقیقت میں بھی کوئی شک نہیں کہ قوموں کی زندگی میں بعض لمحات اس انداز سے ٹھہر جاتے ہیں کہ کئی عشروں کے بعد بھی ان کی اہمیت کم نہیں ہوتی۔ ایسا ہی لگتا ہے کہ جیسے صدیاں بیت جائیں گی مگر وہ لمحات کچھ اس طرح ہماری زندگی کا حصہ بن چکے ہوں گے کہ ان کا تذکرہ ہی پوری داستان کو آنکھوں کے سامنے لاکھڑا کرے گا۔

پاکستان اس میں تشریف رکھیں اور وہ خود اسے کھینچتے ہوئے نواب ممدوٹ کی کوٹھی دیوس روڈ تک لے جائیں مگر محمد علی جناح ؒ نے انہیں یہ تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ آپ سب سے پہلے میو ہسپتال پہنچے جہاں آپ نے زخمی خاکساروں کی عیادت کی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ تاریخی اجلاس 22 تا 24 مارچ منعقد ہوا تھا۔ 22 مارچ کو جب اس جلسے کا آغاز ہوا تو تلاوت قرآن کے بعد انور غازی آبادی نے میاں بشیر احمد کی نظم ”ملت کا پاساں ہے محمد علی جناح“ کچھ اس انداز سے پڑھی کہ سارے مجمعے کے دل اپنے قائد کے ذکر پر سرشار ہو گئے۔ بانی پاکستان نے اپنے

”کوئی ہندو نیشنلسٹ ہندو نہیں ہو سکتا“ ہر ہندو اول و آخر صرف ہندو ہے۔“

اپنے اس صدارتی خطاب میں بانی پاکستان نے انگریزوں اور ہندوؤں پر یہ واضح کر دیا کہ مسلمان بحیثیت قوم ایک الگ شخص رکھتے ہیں جسے کسی صورت جھٹلایا نہیں جاسکتا اور برصغیر کے مسائل کا واحد حل اس کی تقسیم ہے۔ 22 مارچ کی رات کو ہی مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا خصوصی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں قرارداد لاہور (قرارداد پاکستان) کے متن پر غور و خوض ہوتا رہا۔ بالخصوص ہندو اکثریتی علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کی مشکلات و مصائب کا جائزہ لیا گیا۔ اس دوران ہندو اکثریتی علاقوں سے آئے ہوئے مسلم

23 مئی

شمیں پاکستان کی تاریخ بنی

کشمیر، حیدرآباد، جونا گڑھ، منادار، گورداسپور اور فیروزپور سمیت تمام

صدارتی خطبے میں ارشاد فرمایا:

”ہندوستان کا مسئلہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے اور اسے بین الاقوامی مان کر ہی حل کرنا چاہیے۔ اگر برطانوی حکومت ہندوستان میں امن و سکون چاہتی ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کر کے جدا گانہ قومی وطن

عبدالرحمن

قائم کئے جائیں۔“

یہ بات غور طلب ہے کہ بانی پاکستان نے دوران تقریریں آرداس کے نام ”لالہ راجپوت رائے“ کا ایک خط پڑھ کر سنایا جس میں اس نے لکھا تھا کہ ”ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں جنہیں دمغم کر کے ایک قوم بنانا ممکن نہیں۔“ اس پر کسی نے کہا کہ راجپوت

23 مارچ 1940ء کا دن بھی وطن عزیز کی زندگی میں ایسے ہی لمحات کی یاد تازہ کرتا ہے کہ جن سے نظریں چراکیں تو قیام پاکستان کا خواب ادھورا سا لگتا ہے۔ منٹو پارک میں لگا یا گیا وہ وسیع و عریض ”پنڈال“ ہزاروں حامیان پاکستان سے کچھ بھرا ہوا تھا۔ گو کہ صرف چار روڈ قبل ”خاکسار تحریک“ کے درجنوں جیالوں کو پولیس کے ہاتھوں شہید کروا دیا گیا مگر اس کے باوجود لوگ تھے کہ اندھے ہی چلے آ رہے تھے۔ برطانوی راج کے وفادار سرسکندر حیات نے خاکسار تحریک کے ایسے ہی آڑے لے کر کوشش تو بہت کی تھی کہ یہ جگہ ملتوی ہو جائے مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ اپنی اس ناکامی کا بدلہ لینے کے لئے اسے کچھ نہ سوچا تو اس نے منٹو پارک میں پانی کھڑا کروا دیا۔ مگر جن لوگوں نے خون کی قربانیوں کے عزم کر رکھے ہوں وہ بھلا ایسے جیلوں سے کب ڈرنے والے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تمام حکومتی ہتھکنڈوں کے باوجود نہ صرف پنڈال بھر گیا بلکہ لوگ پنڈال سے باہر بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔

لیگ کے نمائندگان نے یہ یقین دہانی کروائی کہ وہ ہر صورت میں اپنی قیادت کے ساتھ ہیں اس لئے مسلمانوں کے حق میں جو بھی فیصلہ کیا جائے وہ دل و جان سے اسے قبول کریں گے۔ 23 مارچ کو مولوی اسے کے فضل الحق نے یہ تاریخی قرار داد پیش کی جسے 24 مارچ کو منظور کر لیا گیا۔ اس قرارداد میں کہا گیا کہ ”نہایت غور و خوض کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس کی یہ پختہ رائے ہے کہ اس ملک میں کوئی بھی آئینی منصوبہ قابل عمل اور مسلمانوں کے لئے (اس وقت تک) قابل قبول نہیں ہوگا جب تک کہ وہ مندرجہ ذیل اصولوں پر وضع نہ کیا گیا ہو۔ یعنی جغرافیائی حیثیت سے متصل علاقوں کی حد بندی مناسب علاقائی رد و بدل کے ساتھ ایسے خطوں میں کی جائے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے مثلاً ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی حصے ان کی تشکیل ایسی ”آزاد ریاستوں“ کی صورت میں کی جائے جس میں شامل وحدتیں خود مختار اور مقننہ ہوں۔ نیز ان وحدتوں اور خطوں میں اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، معاشی، سیاسی انتظامی اور دیگر حقوق و مفادات کا مناسب موثر اور حتمی تحفظ ان کے مشورے سے آئین میں صراحت کے ساتھ پیش کیا جائے۔“

لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوؤں کے اس قدر قریب تھا کہ اسے ”پنڈت ماؤنٹ بیٹن“ کہا جانے لگا۔ اس نے بھی شروع میں ”متحدہ ہندوستان“ کے مردہ گھوڑے میں جان ڈالنے کی کوشش کی مگر جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ مسلمان ایک الگ خطے کی حصول کے بغیر نہیں ٹل سکتے

رائے تو نیشنلسٹ ہندو تھا تو محمد علی جناح ؒ نے وہ تاریخی الفاظ کہے جو آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ فرمایا:

اس جلسے کے لئے جب بانی پاکستان محمد علی جناح ؒ 21 مارچ کو دہلی سے لاہور پہنچے تو اہلیان لاہور نے بڑی تپاک سے اپنے محبوب قائد کا استقبال کیا۔ جو انہوں نے ایک ”گھسی“ تیار کر رکھی تھی تاکہ بانی

یہ قرارداد ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک ایسے مزہم کا کام کر گئی۔ گو کہ اس قرارداد نے ان کے تمام زعموں کے نشانات کو بھی مندل کر دینا تھا مگر ہندو گریز گھ جوڑنے صدی صد

اس قرارداد پر عمل نہ ہونے دیا۔ اس قرارداد کا پاس ہونا تھا کہ ہندو پریس نے قیامت سر پر اٹھائی۔ ہندو روزنامے ”ملاپ“ اور ”پرتاپ“ تو مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کر رہے تھے مگر انگریزی روزنامہ ”ٹریبون“ بھی ہندوؤں کی زبان بولنے لگا تھا۔ اسی طرح ”امرت بازار پتریکا“ ہندوستان ٹائمز اور ”سٹیشنر“ بھی اس کار بد میں پیش پیش تھے۔ الغرض ہندو انگریز گھ جوڑنے پوری کوشش کی کہ کسی طرح الگ خطے کا یہ مطالبہ دب جائے مگر مسلمانوں کے عزم و استقلال کے آگے انہیں گھٹنے ٹیکنے پڑے اور بالآخر وہ اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

گو کہ مسلمانوں کے ساتھ نا انصافیوں کی داستان بڑی طویل ہے مگر قرارداد پاکستان کے منظور ہونے کے بعد سے قیام پاکستان تک

پاکستان تک

مقبوضہ علاقوں کی بازیابی
ہر پاکستانی پر فرض ہے

کا عرصہ اس حوالے سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ پہلے تو اگست 1940ء میں ایک برطانوی اعلان کے ذریعے یہ کہا گیا کہ برصغیر کے تمام طبقات کے نمائندگان پر مشتمل ایک قانون ساز اسمبلی بنائی جائے گی جو اقلیتوں کے حقوق کی محافظ ہوگی۔ مگر چونکہ اس طرح مسلمانوں کو کوئی ”سکھ“ میسر آ سکتا تھا اس لئے کانگریس نے اس اعلان کو کھلی طور پر مسترد کر دیا۔ یوں آل انڈیا مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اختلافات بڑھتے چلے گئے۔ یہ اختلافات بھی عروج پر تھے کہ برطانیہ کے حریف ملک جاپان نے جنگ عظیم دوم کا دائرہ کار ایشیا تک پھیلا دیا اور جنگ کی آگ برما تک پھیل گئی۔ ان حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کانگریس نے برطانوی حکومت کو بھی آنکھیں دکھانا شروع کر دیں۔ حالات کو قابو میں رکھنے کے لئے سرسٹیفورڈ کرپس کی قیادت میں ایک وفد ہندوستان میں آیا۔ کرپس کانگریس کا حامی تھا اس لئے اس کا آنا مسلمانوں کے فائدہ میں نہ ہو سکتا تھا۔

22 مارچ 1942ء کو کرپس دہلی پہنچا اور اس نے دونوں بڑی جماعتوں کے رہنماؤں کے ساتھ مل کر درج ذیل تجاویز پیش کیں۔

- 1- جنگ کے خاتمے پر ہندوستان کو مکمل آزادی دے دی جائے۔
- 2- ایک نئی ہندوستان یونین کی تشکیل کی جائے جو

اب وقت آ گیا ہے کہ ہم بزور قوت ان مقبوضہ علاقوں کو آزاد کروا کر اسی پاکستان میں شامل کریں جس پاکستان کی ایک جھلک 23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک کے عظیم جلسے میں دکھائی گئی تھی

برطانیہ اور دوسری نوآبادیات کے ساتھ تاج برطانیہ میں شریک ہو لیکن وہ اپنے داخلی اور خارجی امور میں کسی کے زیر اثر نہ ہو۔

3- ہندوستان کا آئین تیار کرنے کے لئے ایک آئین ساز اسمبلی تشکیل دی جائے۔

4- دستور میں اس بات کی گنجائش رکھی جائے کہ وفاق میں شامل صوبہ یونین سے علیحدگی اختیار کر سکے۔

5- ہندوستان کے دفاع کی ذمہ داری حکومت برطانیہ کے پاس ہی ہوگی۔

یہ تجاویز کسی صورت مسلمانوں کے حق میں نہ تھیں اس لئے مسلم لیگ نے انہیں کلی طور پر رد کر دیا۔ دوسری طرف کانگریس نے جب دیکھا کہ برطانیہ جنگ میں بار بار ہارے تو انہوں نے ”ہندوستان چھوڑ دو“ تحریک شروع کی۔ اس

اعظم نے اس میں چھپی سازش کو بھانپ لیا اور اس کے جواب میں ”قرارداد لاہور“ کو ہی منظور کرنے کی بات کی۔ دوسری طرف خود ہندوؤں اور سکھوں نے بھی اس فارمولے کو رد کر دیا کیونکہ انہیں اس میں بھی ”پاکستان“ کا قیام ہی نظر آرہا تھا۔

C.R فارمولے کے بعد گاندھی نے بذات خود محمد علی جناح رضی اللہ عنہ سے مذاکرات کی ٹھانی اور 9 ستمبر 1949ء کو دونوں لیڈروں کے درمیان پہلی ملاقات ہوئی۔ یہ سلسلہ 23 ستمبر تک چلتا رہا مگر گاندھی جی کسی بھی اسلام / مسلمان مخالف بات پر بانی پاکستان کو قائل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ گاندھی کا اصل مقصد ایک متحدہ ہندوستان تھا جس میں وہ اور ان کے ساتھی جی بھر کر مسلمانوں کا استحصال کر سکتے۔

جناح گاندھی مذاکرات کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ویول نے 14 جون 1945ء کو اپنی ایک نشری تقریر میں ”ویول پلان“ کا ذکر کیا۔ لارڈ ویول اور کانگریس کے نمائندگان یہ چاہ رہے تھے کہ ایسی باتوں پر اتفاق رائے ہو سکے جو بہر طور مسلمانوں کے مفادات کو زک پہنچاتی ہوں مگر بانی پاکستان نے مسلمانوں کے مفادات کا ڈٹ کر تحفظ کیا۔ لارڈ ویول نے دائیں بائیں سے مسلمان نمائندے پورے کر کے یہ کونسل چلانے کی بھی کوشش کی مگر اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور بالآخر 19 جولائی 1945ء کو اس نے یہ پلان واپس لینے کا اعلان



پر پیش کی گئی قرارداد کا منظور ہونا تھا کہ ہندوستان میں کانگریسی کارکنوں نے ریل گاڑیاں چلانا شروع کر دیں اور ریل کی پٹریاں اکھاڑی جانے لگیں۔ اس پر حکومت نے تمام بڑے کانگریسی لیڈروں کو جیل بھجوا دیا۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلم لیگ سے سمجھوتہ کانگریس کے مفاد میں تھا سو اس نے اس کے لئے بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ چکروتی راج گوپال اچاریہ نے 6 نکاتی فارمولہ طے کیا جسے C.R فارمولا کہا جاتا ہے۔ مگر قائد

اب اس نے ایک کونسل تشکیل کرنے کی تجویز دی اور جب 25 جون کو شملہ کانفرنس میں اس کے پلان پر بحث شروع ہوئی تو اس کے بعد ”قرارداد پاکستان“ کو زک پہنچانے کے لئے کابینہ مشن پلان سامنے لایا گیا۔ یہ مشن 24 مارچ 1946ء کو پاکستان پہنچا اور دو ہفتوں تک سیاسی جماعتوں کے لیڈروں صوبائی وزراء اعلیٰ اور حزب اختلاف کے لیڈروں سے صلاح مشورے میں مصروف رہا۔ اس مشن کا سب سے اہم رکن بھی سٹیفورڈ کریس ہی تھا جو اس سے قبل بھی مسلمانوں کو ڈینے کی کوشش کر چکا تھا۔ 16 مئی 1946ء کو اس مشن نے ایک منصوبے کا اعلان کیا جس کا بنیادی نقطہ نظر بھی متحدہ ہندوستان ہی تھا۔ اس پلان پر کانگریس اور ہندوؤں نے بہت بغلیں بجائیں۔ حتیٰ کہ نہرو کے روزنامے نیشنل ہیرالڈ نے لکھا: ”جناح کے نظریہ پاکستان کو کابینہ مشن پلان میں سرکاری طور پر دفن کر دیا گیا ہے۔“

دوسری طرف بانی پاکستان نے مسلمانوں کے مطالبات کو مسترد کرنے پر اظہارِ افسوس کیا اور کہا کہ ”ہمارے نزدیک اب بھی ہندوستان کے آئینی مسائل کا صرف یہی ایک حل ہے۔“ بہر حال 6 جون 1946ء کو لیگ کونسل کے اجلاس میں اس پر مشورہ ہوا اور بانی پاکستان کی دوسرے لگا ہوں نے اس ”شرزدہ پلان“ میں سے بھی

خیر کے چند پہلو ڈھونڈ لئے۔ مسلم لیگ نے اس پلان کے دو حصوں کی منظوری دی۔ اول تو آئین ساز مشنری سے تعاون پر آمادگی ظاہر کی گئی اور دوم چھ مسلم صوبوں کی بی اور سی گروپنگ میں

چھپے ”پاکستان“ پر تائید کی مہر ثبت کی گئی۔ مگر مسلم لیگ کی منظوری سے کانگریس کو دال میں کچھ کالا نظر آنے لگا اور ہندو اخبارات چیخ چیخ کر کانگریس کو اس پلان سے دور رہنے کے مشورے دینے لگے۔ کانگریس نے اس پلان کے طویل المیعاد حصے کو منظور کر لیا لیکن مشترکہ حکومت کے قیام کو رد کر دیا۔ بعد میں اس نے حیل بہانوں سے پلان میں مرضی کی ترمیم کرنا چاہیں جس کے سبب مسلم لیگ نے 27 جولائی 1946ء کو کابینہ مشن پلان کی منظوری واپس لے لی۔

اب جبکہ ہندو انگریز گٹھ جوڑ منافہت کی طرف کسی صورت قائل نہ ہو رہا تھا تو مسلم لیگ نے 16 اگست 1946ء کو ”یومِ راست اقدام“ منانے کا فیصلہ کیا اور اس میں تمام برطانوی اعزازات واپس کر دیئے گئے۔ دوسری طرف کانگریس جس نے کابینہ مشن پلان کو کھلی طور پر تسلیم ہی نہیں کیا تھا، کو عبوری حکومت میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ مگر جلد ہی لارڈ ویل کو ان اندازہ ہو گیا کہ مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں شامل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یوں مسلم لیگ کو بھی عبوری حکومت میں شامل کیا گیا اور تجارت، مواصلات، قانون اور مالیات کی وزارتیں دی گئیں۔

مالیات کا محکمہ پاس آتے ہی وزیر خزانہ لیاقت علی خان نے ہندوؤں کی شاہ خرچیاں قابو میں کرنا شروع کر دیں اور 28 فروری 1947ء کو جو بجٹ پیش کیا وہ بھی غریب آدمی کا بجٹ کہلایا۔ اس بجٹ پر ہندو تاجروں نے اتنا دوا دیا کہ عبوری حکومت میں کانگریسی وزراء نے مشتعل ہو کر اس طرز حکومت سے بھی جان چھڑانے کی ٹھان لی۔

ہندوؤں کی نمائندہ جماعت کانگریس قرارداد پاکستان سے اس قدر شاکت تھی کہ اس نے مسلم لیگ کو کچھ اہمیت دینے پر لارڈ ویل کے خلاف بھی پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ اس پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ نکلا کہ تاج برطانیہ نے لارڈ ویل کو معزول کر کے اس کی جگہ کانگریس کے منظور نظر ”لارڈ ماؤنٹ بیٹن“ کو ہندوستان کا وائسرائے مقرر کر دیا۔ یہ ہندوؤں کے اس قدر قریب تھا کہ اسے ”پنڈت ماؤنٹ بیٹن“ کہا جانے لگا۔ اس نے بھی شروع میں ”متحدہ ہندوستان“ کے مردہ گھوڑے میں جان ڈالنے کی کوشش کی مگر جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ مسلمان ایک الگ خطے کی حصول کے بغیر نہیں مل سکتے۔ اس پر اس نے تاریخ کی وہ قہقچ بددیانتی سرانجام دینے کی کوشش کی جس کا خمیازہ آج تک بھارت میں موجود مسلم اکثریتی علاقوں کے مسلمان بھگت رہے

ریڈ کلف نے تحصیل اجنالا (59.4 فی صد مسلمان)، تحصیل جالندھر (51.1 فی صد مسلمان)، تحصیل فیروز پور (55.2 فی صد مسلمان)، تحصیل زیرہ (65.2 فی صد مسلمان) اور تحصیل نکودر (59.4 فی صد مسلمان) بھی ہندوستان میں شامل کر دیں

ہیں۔ 28 اپریل 1947ء کو اس نے تقسیم ہند کا ایک منصوبہ تیار کر کے برطانیہ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

یہ منصوبہ جب در پردہ طور پر کانگریس کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے اسے بالکل ہی مسترد کر دیا۔ پھر ترمیم شدہ منصوبہ بھی خفیہ طور پر نہرو کو دکھایا گیا جسے دیکھ کر وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اس منصوبے میں انتقال اقتدار دو ملکوں کی بجائے صوبوں کو منتقل کیا جانا تھا مگر کانگریس جانتی تھی کہ اس سے ایک نہیں بلکہ کئی پاکستان وجود میں آ جائیں گے۔ یاد رہے یہ کہ منصوبہ 10 مئی کو راتوں رات نہرو کو دکھایا گیا تھا۔ جب اس طرح بھی دال نہ لگی تو ماؤنٹ بیٹن نے کانگریس کے معتد خاص (دی۔ پی۔ مینن) کو کوئی اور متبادل منصوبہ بنانے کا کہا۔ پھر یہ منصوبہ لے کر ماؤنٹ بیٹن خود انگلستان منظوری کے لئے گیا اور اپنے ساتھیوں جارج اسٹیل اور اسے، دونوں کی مخالفت کے باوجود منصوبے کو منظور کرنے پر زور دیا۔ اس نے اس حد تک کہہ دیا کہ اگر یہ منصوبہ منظور نہ کیا گیا تو وہ استعفیٰ دے دے گا۔ سو برطانوی حکومت نے اسے فوری طور پر منظور کر لیا۔ واپس آ کر ماؤنٹ بیٹن نے 2 جون کو مسلم لیگ، کانگریس اور سکھ زعماء کو میٹنگ کی کال دی تاکہ اس منصوبے کی تائید حاصل

کی جاسکے۔

اس میٹنگ میں سکھ زعماء کو تو کم سے کم ہولنے کی ہدایت کی گئی اور کانگریس پر زور دیا گیا کہ وہ فوری طور پر اس منصوبے کو منظور کر لے۔ مسلم لیگ کے نمائندگان کو تو باقاعدہ دھمکی آمیز لہجے میں کہا گیا کہ اگر وہ اس منصوبے کو منظور نہیں کرتے تو ہندوؤں اور سکھوں سے مل کر اس منصوبے کو جتنی طور پر منظور کر لیا جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ پھر مسلمان پاکستان کو ہمیشہ کے لئے کھودیں۔ تین جون کے اس منصوبے کے نکات درج ذیل تھے۔

1۔ پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا فیصلہ صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کریں تاکہ تقسیم کی صورت میں ضروری انتظامات کئے جائیں۔

2۔ صوبوں کی تقسیم کی صورت میں حد بندی کمیشن قائم کی جائے۔

3۔ سندھ صوبائی اسمبلی فیصلہ کرے کہ وہ پاکستان میں شامل ہوگی یا نہیں۔

4۔ صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کروایا جائے اور اسی طرح بنگال کی تقسیم کی صورت میں سہلٹ میں بھی ریفرنڈم ہو۔

اس منصوبے کے بعد 9 جون 1947ء کو مسلم لیگ نے

دہلی میں اپنا اجلاس طلب کیا جس میں بڑی بحث مباحثے کے بعد یہ طے پایا کہ 3 جون کے منصوبے کو منظور کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار فی الحال نظر نہیں آ رہا۔ اس لئے اسے منظور کر لیا گیا مگر لیگ نے اس پر اپنے تحفظات کا

اظہار ضرور کیا۔ افسوس ناک امر یہ تھا کہ اپنے اس من چاہے منصوبے کے باوجود کانگریس کو پاکستان کا وجود ہمیں نہ ہو رہا تھا جبکہ دوسری طرف برطانوی اخبارات بھی پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی میں مشغول تھے۔

ہندو انگریز گٹھ جوڑ نے قیام پاکستان سے قبل جو آخری چھرا مسلمانوں کی پیٹھ میں گھونپنے کی کوشش کی وہ ”ریڈ کلف ایوارڈ“ تھا۔ 3 جون کے منصوبے کی ایک شق یہ تھی کہ پنجاب اور بنگال کی تقسیم کی صورت میں ایک ”باؤنڈری کمیشن“ قائم کی جائے گی جو مسلم اور غیر مسلم اکثریتی متضد علاقوں کی بنیاد پر ان دونوں صوبوں کو تقسیم کرے گا اور ایسا کرتے وقت ”دیگر عوامل“ کو بھی مد نظر رکھے گا۔

پنجاب مسلم اکثریتی علاقہ اور پاکستان کے لئے انتہائی اہم صوبہ تھا۔ مسلم لیگ چاہتی تھی کہ معمولی سی کانٹ چھانٹ کے بعد سارا صوبہ ہی پاکستان میں شامل کر لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی پنجاب اسمبلی نے 29 کے مقابلے میں 99 ووٹوں کی اکثریت سے پنجاب کی تقسیم کو مسترد کر دیا تھا۔ مگر ہندوؤں نے

اکثریت سے پنجاب کی تقسیم کو مسترد کر دیا تھا۔ مگر ہندوؤں نے سکھوں کو استعمال کیا اور انہوں نے جن جن علاقوں میں سکھوں کی آبادی موجود تھی، انہیں ہندوستان میں شامل کرنے کا شوشہ چھوڑا۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ پنجاب میں سکھ صرف ضلع لدھیانہ میں اکثریت رکھتے تھے۔ یوں پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے لئے باؤنڈری کمیشن قائم کیا گیا جس کا چیئرمین ریڈ کلف جیسے بددیانت شخص کو بنایا گیا۔ ریڈ کلف برطانوی پارلیمنٹ کا رکن تھا اور پورا پورا امکان موجود تھا کہ وہ ہندوؤں کے دباؤ میں آکر کوئی بھی غلط فیصلہ کر سکتا تھا اور تاریخ نے ثابت کیا کہ اس نے ایسا ہی کیا۔

ریڈ کلف 8 جولائی 1947ء کو ہندوستان پہنچا اور اس نے مخالف رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ اس کے نزدیک اس کام کے لئے کئی سال کا عرصہ درکار تھا مگر وہ بھی یہ جان کر ہکا بکا رہ گیا کہ یہ کام صرف پانچ ہفتوں میں مکمل کرنا ہے۔ اس نے مسلم لیگ اور کانگریس کے فریقین سے تجاویز لیں مگر فیصلے کے لئے گورنر جنرل سے مشورہ کرنے کا کہہ کر ٹال دیا حالانکہ گورنر جنرل اس فیصلے پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔ ریڈ کلف اور ماؤنٹ بیٹن نے مسلمانوں کے خلاف کس انداز کی حد بندی کا منصوبہ بنایا اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

کلکتہ (بنگال)

کلکتہ گو کہ مسلم اکثریتی

علاقہ نہ تھا مگر یہ بنگال کا دار الحکومت تھا اور پاکستان کے لئے اقتصادی اعتبار سے ریڑھ کی

ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا۔ بنگال میں پیدا ہونے والی تمام پٹن کے کارخانے کلکتہ اور اس کے گرد و نواح میں واقع تھے جن میں دو لاکھ مزدور کام کرتے تھے۔ اسی طرح پٹن کی تجارت سے ایک لاکھ لوگ منسلک تھے مگر اس شہر کو اکثریت کے فارمولے کے تحت بھارت میں شامل کیا گیا مگر نا انصافی کی انتہا دیکھئے کہ بنگال کے مسلم اکثریتی علاقے نارہ کا بیشتر حصہ اور 2063 مربع میل پر مشتمل ضلع مرشد آباد تمام کا تمام ”دیگر عوامل“ کی بناء پر بھارت میں شامل کیا گیا۔ مزید برآں مشرقی بنگال کے دیگر اضلاع جیسوڑ دیناچ پورا اور مالده کو بھی تقسیم کر دیا گیا۔ اس سازش کے تحت 6 ہزار مربع میل کا علاقہ جو قیاسی تقسیم میں مشرقی بنگال میں شامل تھا، ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا۔ اسی طرح ایک طرف تو سلہٹ کے چار تھانے ہندوستان میں شامل کر دیئے گئے مگر اس سے متصل مسلم اکثریتی علاقوں کا ایک انچ بھی پاکستان کو نہ دیا گیا۔

اس غیر منصفانہ تقسیم کی سازش کا اعتراف خود سردار پٹیل نے بھی ان الفاظ میں کیا: ”ہم نے تقسیم پر آمادگی کے سلسلے میں

ایک شرط عائد کر رکھی تھی کہ ہمیں کلکتہ سے محروم نہ کیا جائے کیونکہ اگر کلکتہ جاتا تو تمام انڈیا جاتا۔“

پنجاب

مشرقی بنگال کی مانند ریڈ کلف نے پنجاب کے ساتھ بھی ایسا ہی غیر منصفانہ رویہ روا رکھا۔ پنجاب کے 29 میں سے 14 اضلاع متنازعہ تھے۔ سکھوں کا یہ کہنا تھا کہ دریائے چناب کو پنجاب کی سرحد بنایا جائے۔ یہ مطالبہ نامعنویت کی انتہا تھی۔ دوسری طرف کانگریس کا کہنا تھا کہ لاہور منگمری (ساہیوال) اور لائل پور (فیصل آباد) میں کل 270 رجسٹرڈ فیملیاں ہیں جن میں سے صرف 101 کے مالک مسلمان ہیں۔ اسی طرح پنجاب کی 80 فیصد رجسٹرڈ فیملیوں کے مالک ہندو ہیں۔ یوں اکثریتی فارمولے کی بجائے پنجاب کی تقسیم کے لئے بھی ”دیگر عوامل“ کا فارمولہ اپنانے پر زور دیا گیا۔ ان دیگر عوامل میں سب سے پہلے مذہبی مقامات کو لیا جاتا۔ لیکن اگر نیکانہ اور دیگر علاقوں میں موجود سکھوں کے مذہبی مقامات کی وجہ سے یہ علاقے سکھ لینے پر مصر تھے تو پھر دہلی، آگرہ، لکھنؤ اور اجیر شریف بھی مسلمانوں کو ملنے چاہیے تھے۔ اسی طرح ریلوے اور نہری پانی کا نظام بھی دیگر عوامل

پنجاب مسلم اکثریتی علاقہ اور پاکستان کے لئے انتہائی اہم صوبہ تھا۔ مسلم لیگ چاہتی تھی کہ معمولی

سی کانٹ چھانٹ کے بعد سارا صوبہ ہی پاکستان میں شامل کرایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی

پنجاب اسمبلی نے 29 کے مقابلے میں 99 ووٹوں کی اکثریت سے پنجاب کی تقسیم کو مسترد کر دیا تھا پاکستان کے بعد ریاست جموں و کشمیر اور ریاست حیدر آباد پر شب

میں آتا تھا تو اس کے تحت ضلع گورداسپور بھی مسلمانوں کو ملنا چاہیے تھا کیونکہ اس کی تحصیل پٹھانکوٹ میں مادھو پور کے مقام پر نہر پار باری دو آب نکلتی تھی جو ضلع لاہور کو سیراب کرتی تھی۔ مگر ریڈ کلف نے صرف تحصیل پٹھانکوٹ کے غیر مسلم اکثریتی علاقہ ہونے کی وجہ سے سارا ضلع ہی بھارت میں شامل کر دیا جو سراسر زیادتی تھی۔ حالانکہ اس ضلع کی باقی تحصیل (گورداسپور، بنالہ اور شکر گڑھ) میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اسی طرح اس نے تحصیل اجنالہ (59.4 فی صد مسلمان)، تحصیل جاندھر (51.1 فی صد مسلمان)، تحصیل فیروز پور (55.2 فی صد مسلمان)، تحصیل زیرہ (65.2 فی صد مسلمان) اور تحصیل نکودر (59.4 فی صد مسلمان) بھی ہندوستان میں شامل کر دیں۔ یاد رہے کہ قیاسی تقسیم میں بھی ضلع گورداسپور پاکستان میں شامل کر دیا گیا تھا مگر ریڈ کلف نے ماؤنٹ بیٹن کے دباؤ میں آکر تینوں مسلم تحصیلیں ہندوستان کی جھولی میں ڈال دیں تاکہ اسے کشمیر تک رسائی مل سکے۔ قارئین کو بتاتے چلیں کہ بنالہ تحصیل

لوہے اور سٹیل کی صنعت کے حوالے سے انتہائی اہم تھی۔ یہاں کی 191 رجسٹرڈ فیکٹریوں اور فوڈریوں میں سے 175 کے مالک مسلمان تھے اور اسے پاکستان کا برہمنگھم کہا جاتا تھا۔ بنالہ کے مسلمانوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بنالہ کو بھارت میں شامل کیا جائے گا مگر ریڈ کلف نے یہ اہم علاقہ بھی پاکستان میں شامل نہ ہونے دیا۔

فیروز پور کی بات کی جائے تو 8 اگست 1947ء کو ماؤنٹ بیٹن کے پرائیویٹ سیکرٹری جارج اینبل نے پنجاب کے گورنر ایوان جینکینز (Jenkins) کو ایک نقشہ ارسال کیا جس کے مطابق ریڈ کلف نے پاکستان کو تقسیم کرنا تھا۔ اس میں فیروز پور اور زیرہ کو پاکستان میں دکھایا گیا تھا مگر ہندوؤں نے فوراً ماؤنٹ بیٹن پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ یہ فیصلہ تبدیل کیا جائے اس لئے فوری طور پر ریڈ کلف ایوارڈ کا اعلان ملتوی کر دیا گیا۔ یوں 11 اگست 1947ء کو ایک فیصلے کے تحت ان دونوں مسلم اکثریتی تحصیلوں کو بھی ہندوستان میں شامل کر دیا گیا۔

17 اگست 1947ء کو جب ریڈ کلف ایوارڈ کا اعلان ہوا تو کمیشن کے مسلمان ممبران تو جو حیران ہوئے سو ہوئے خود

ہندوؤں کو بھی یقین نہ آ رہا تھا کہ وہ مسلمانوں سے اس قدر اہم علاقے ہتھیانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ پھر یہیں پر بس نہیں بلکہ قیام کشمیر اور ریاست حیدر آباد پر شب خون مارا گیا اور اسے بھی پاکستان سے کاٹ دیا گیا۔ اس وقت جو سب سے شاندار رول مسلمانوں کی طرف سے سامنے آیا وہ غیور مسلمانوں کا اقدام جہاد تھا جس کی بدولت کشمیر کا ایک بڑا حصہ آزاد ہو کر پاکستان میں شامل ہوا۔ مگر ہم جب سے اس جرأت مندانہ اقدام سے رک گئے تو تمام مقبوضہ علاقوں پر بھارتی تسلط مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ آج ہماری نسل لوگوں کو یہ بھی یاد نہیں کہ وہ علاقے کون سے ہیں جو لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر ہمارے ہی حصہ تھے مگر ہم نے بزدلی کے باعث انہیں کھودیا۔ مگر اب وقت آ گیا ہے کہ ہم بزور قوت ان مقبوضہ علاقوں کو آزاد کروا کر اسی پاکستان میں شامل کریں جس پاکستان کی ایک جھلک 23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک کے عظیم جلسے میں دکھائی گئی تھی۔

استفادہ: تحریک پاکستان..... ایک تحقیقی جائزہ از احمد سعید

تحریک پاکستان از پروفسر محمد اسلم

پاکستان کیسے بنا؟ از زاہد چودھری، حسن جعفر زیدی



مسلم امہ کو تقسیم کرتا ہوا صیہونی ادارہ.....!

اقوام متحدہ

انسانی حقوق کی علیبردار تنظیم کے اسلام مخالف ”کارناموں“ کا تجزیہ.....!

مشہور کہادت ہے کہ..... دو بلایاں ایک روٹی کی خاطر لڑ رہی تھیں..... ایک بندر وہاں آ نکلا..... بن بلائے مہمان کی مانند..... قاضی بنا اور ساری روٹی خود کھا گیا.....

یہ کہادت تو ہم میں سے ہر ایک نے سن رکھی ہے لیکن اس کی تازہ مثال آج بھی موجود ہے۔ بی کی مانند کوئی سے دو مالک جب بھی آپس میں اپنے حقوق کے لئے لڑنے لگتے ہیں تو یہ بندر جلدی سے قاضی بن بیٹھتا ہے اور دونوں کی روٹی کھا جاتا ہے۔ لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ اب یہ بندر تھوڑا سیانا بھی ہو گیا ہے اس لیے اب اس کا طریقہ واردات تبدیل ہو چکا ہے۔ الزام سے بچنے کے لیے اب یہ دونوں کی پوری روٹی خود نہیں کھاتا بلکہ پوری کی پوری روٹی اس کو دے دیتا ہے جس پر اس کے ”آقاؤں“ کی ”نظر کرم“ ہوتی ہے۔ کبھی کبھار دوسرے فریق کو بھی ازارہ ترس کچھ حصل جاتا ہے اور وہ اس انداز میں کہ جب پہلے کا پیٹ بھر جائے اور جو باقی بچتا ہے وہ اس بیچارے معصوم کو مل جاتا ہے۔ بالائے ستم یہ کہ وہ ”معصوم“ اس بچے کو لے کر بھی خوش رہتا ہے۔

سال قائم رہی اور 1946 میں بلا آخر صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ یہ لیگ درحقیقت سپر پاورز نے ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے بنائی تھی جنہیں وہ جنگ کے ذریعے حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اسی کے باعث حکیم الامت علامہ محمد اقبال رضی اللہ عنہ نے اسے کفن چوروں کی لیگ کہا تھا۔

بہر حال یہ ان گنت حل طلب مسائل کو چھوڑ کر چلتی بنی۔

حفظہ عماد

اس کی ناکامی کی بڑی وجہ سپر پاورز کا اس پر حد سے زیادہ اثر و رسوخ تھا۔ اس کی ناکامی کی ایک دوسری وجہ جو بتائی جاتی ہے وہ یہ کہ اس کے پاس اپنی فوج نہیں تھی لہذا اسے سپر پاورز کی فوج پر انحصار کرنا پڑتا تھا۔ اس کی ناکامی کا بڑا ثبوت دوسری جنگ عظیم کا چھڑ جانا ہی ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ایک بار پھر اکبادن ملک متحد ہوئے اور دنیا میں ”امن“ پھیلانے کے لئے ایک تنظیم کا وجود عمل میں لایا گیا جسے تنظیم اقوام متحدہ ”UNO“ کا نام دیا گیا۔

فرینکلن ڈی روز ویلٹ نے تجویز کیا تھا۔ اس کے آغاز سے ہی اگر اس کے ”کارناموں“ پر نظر دوڑائی جائے تو ایسے نظر آتا ہے کہ اقوام متحدہ محض ان مفادات کو حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی جنہیں جنگ کے ذریعے حاصل کرنا ناممکن تھا۔ اگر مسلمان ممالک کے ساتھ اس کا رویہ نوٹ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ یہ ”قاضی“ مسلمانوں کی ساری روٹی دوسرے فریق کو دے دیتا ہے اور مسلمان اس پر بھی خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں یا محض خاموش ہو جاتے ہیں کہ مبادا قاضی کی طبیعت پر احتجاج ناگوار نہ گزرے۔

آئیے! ذرا اس عالمی تنظیم کے چند ”منصفانہ“ فیصلوں پر نظر دوڑائیں۔ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ اگر اس مسئلہ پر نظر دوڑائی جائے تو اقوام متحدہ کا اس معاملے میں کردار اس بات کا غماز ہے کہ یہ تنظیم دانستہ طور پر کچھ طاقتور ہاتھوں میں کھلونے کی طرح چلتی ہے۔

جب بھارت مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کے تا بڑ توڑ حملوں کی تاب نہ لا سکا تو اس نے اقوام متحدہ میں اس بات کی دہائی دی کہ اسے بچایا جائے اور جنگ بندی کی اپیل کر دی۔ بھارت کی اس درخواست پر 21 اپریل 1948ء کو اقوام متحدہ میں قرارداد منظور کر لی گئی جس کا متن کچھ یوں ہے:

”فوری طور پر جنگ بندی کر کے اپنی اپنی فوج کو کشمیر سے بلا لیا جائے اور ریاست میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے ذریعے لوگوں کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ آزادانہ اپنی مرضی سے ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کر لیں“

پاکستان نے بلا چوں چراں یہ فیصلہ مان لیا لیکن بھارت

اسرائیل اب تک اقوام متحدہ کی کئی قراردادوں کی خلاف ورزی کر چکا ہے اور محفوظ ہے جبکہ اسی اقوام متحدہ کی محض دو قراردادیں توڑنے والا عراق خون میں کس طرح نہلایا گیا؟ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے

باضابطہ طور پر اس کا قیام 1945ء میں اس وقت عمل میں آیا جب چین، روس، فرانس، برطانیہ اور امریکہ نے اس کے منشور کی تصدیق کر دی۔ اس کا یہ منشور اس سے قبل 1945ء میں ہی 25 اپریل سے 26 جون تک سان فرانسسکو میں ہونے والی ایک کانفرنس میں تیار کیا گیا تھا۔ البتہ یہ نام ”UNO“ امریکی صدر

آج کے دور میں جب اقوام متحدہ پر نظر پڑتی ہے اور اس کی شاندار ”کارکردگی“ نظر آتی ہے تو اس پر درج بالا مثال ہی صادق آتی ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد دنیا کے چند

بڑے ممالک جن میں برطانیہ، فرانس، سپین اور دیگر ممالک شامل تھے، اکٹھے ہوئے اور ایک عالمی تنظیم کا وجود عمل میں لایا گیا جسے ”لیگ آف نیشنز“ کا نام دیا گیا۔ یہ 1919ء میں قائم ہوئی اور اس کا بنیادی مقصد جنگ کو روکنا تھا۔ اس کی پہلی کامیابی جنگ عظیم اول کی جنگ بندی کو ہی کہا جاتا ہے۔ یہ ستائیس

ہٹ دھرمی پر اتر آیا۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ بھارت فیصلہ ماننا نہیں چاہتا تھا بلکہ اقوام متحدہ خود بھی فیصلہ منوانا نہیں چاہتی تھی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اقوام متحدہ نے خود بھی اس قرارداد کے نفاذ کے لئے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہ کیے وگرنہ اس کی وہ قراردادیں جو کسی مسلمان ملک کے خلاف اور عالم کفر کے مفادات پر پوری اترتی ہوں، فوری طور پر نافذ العمل ہو جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر نومبر 1992ء میں امریکہ نے یو این کو قرارداد پیش کی جس میں صومالیہ پر حملہ کی اجازت مانگی گئی۔ یہ قرارداد نہ صرف منظور کی گئی بلکہ فوری طور پر نافذ بھی

ہوئی۔ اسی طرح جنوری 1993ء میں عراق پر امریکہ و برطانیہ کے حملے کی قرارداد بھی منظوری کے فوراً بعد ہی نافذ کر دی گئی۔ جب کہ اس کے برعکس ایسی قراردادیں جو اس کے مفاد میں نہ تھیں وہ مسلمانوں کو دکھانے کے لیے منظور تو کر لی گئیں لیکن ان کے نفاذ کے لیے کوئی قابل ذکر کوشش نہ کی گئی۔

کیا وجہ ہے کہ اقوام متحدہ آج بھارت پر دباؤ نہیں ڈالتی کہ وہ کشمیر سے اپنی فوجیں ہٹائے۔ اس مقصد کے لئے وہ اپنی سلامتی کونسل کے ممبران کی مدد سے دباؤ بڑھا سکتا ہے مگر اقوام متحدہ کی اسی غفلت کا نتیجہ ہے کہ دنیا کشمیر کو بھارت کا حصہ سمجھتی ہے چہ جائیکہ اسے تنازعہ علاقہ سمجھا جائے۔ اقوام متحدہ کی اس بلہ شیری سے فائدہ اٹھا کر بھارت نے اپنے آئین میں ترمیم کے ذریعے کشمیر کو بھارت کا حصہ قرار دے دیا ہے لیکن اقوام متحدہ اس پر خاموش ہے۔ جب کہ دنیا کے بیشتر ممالک اسی روش کے باعث اسے بھارت کا اندرونی معاملہ قرار دیتے ہیں۔ الغرض یہ کہ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی ”شاندار کارکردگی“ کا منہ بولتا ثبوت

اقوام متحدہ کا یہ کردار محض کشمیر تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اگر مشرق وسطیٰ کی جانب نظر اٹھائیں تو بقول محمد علی جناح کے امریکہ و برطانیہ کی ناجائز اولاد اسرائیل کو فلسطینیوں کی زمین پر قبضہ کر کے اور پوری دنیا کے یہودیوں کو یہاں بسا کر وجود بخشا گیا تو تب بھی اقوام متحدہ کی طرف سے کوئی بات نہ کی گئی بلکہ النامظلوم فلسطینیوں

24 دسمبر 1974ء کو جب روس نے باقاعدہ طور پر افغانستان پر حملہ کیا اور

دس سال تک وہاں خون کی ہولی کھیلی تو اس دوران بھی اقوام متحدہ کچھ نہ

کر سکی بلکہ یہ مجاہدین ہی تھے جنہوں نے روس کا بھرکس نکال دیا تھا

بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ یہاں ایک بار پھر اقوام متحدہ کی اس دولی پالیسی کا ثبوت ملتا ہے کہ جہاں یہ اپنی بات منوانا چاہے منوا سکتی ہے۔

اسی طرح اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اپریل 1949ء میں اسرائیل کو حکم دیا کہ جنوبی لبنان سے اپنی فوجیں نکال لے لیکن اقوام متحدہ کی اس قرارداد کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔ اسرائیلی جانتے تھے کہ یہ قرارداد محض مسلمانوں کے منہ میں لالی پاپ دینے کی غرض سے منظور کی گئی ہے۔

اقوام متحدہ جب قائم ہوئی تو اس کے چار بنیادی مقاصد بیان کیے گئے جو کچھ یوں ہیں:

☆ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھیں گے۔

☆ باہم اقوام کے درمیان دوستانہ تعلقات بڑھائے جائیں گے۔

☆ بین الاقوامی، اقتصادی، سماجی، ثقافتی اور انسانی مسائل کو حل کیا جائے گا اور بنیادی انسانی آزادیوں کی سر بلندی کے لئے بین الاقوامی سطح پر تعاون کیا جائے گا۔

اور عرب ممالک کو صلح پر آمادہ کیا گیا۔ 1947ء میں ہی اقوام متحدہ نے عرب ممالک کو صلح اور مفاہمت کی پیشکش کی اور ساتھ میں اسرائیل سے بڑی ایک خود مختار ریاست دینے کا وعدہ بھی کیا گیا مگر شرط یہ تھی کہ اسرائیل کو آزاد ریاست تسلیم کیا جائے۔ عرب رہنماؤں اور فلسطینی عوام نے یہ پیشکش ٹھکرا دی جس کے نتیجے میں مشرق وسطیٰ کا معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ نتیجتاً اقوام متحدہ اس لاوے سے وقتاً فوقتاً اپنا خراج لیتی رہتی ہے۔

اسرائیل نے جو جی میں آیا وہ کیا۔ اقوام متحدہ نے اس کے خلاف ان گنت قراردادیں منظور کیں لیکن اس نے کسی ایک کو بھی درخود اعتناء نہ سمجھا۔ اسرائیل اب تک اقوام متحدہ کی کئی قراردادوں کی خلاف ورزی کر چکا ہے اور محفوظ ہے جبکہ اسی اقوام متحدہ کی محض دو قراردادیں توڑنے والا عراق خون میں کس طرح نہبلا دیا گیا؟ یہ



☆ ان مشترکہ مقاصد کے حصول کے لئے قوموں کے اقدامات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے ایک مرکز قائم کیا جائے گا۔

الفاظ کا یہ پلندہ بظاہر بہت خوش نما لگتا ہے لیکن اگر اقوام متحدہ کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اقوام متحدہ کا کام ان اصولوں کے مطابق اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہے۔ لیکن اگر بات مسلمان ممالک کی ہو تو یہ زیرہ بھی غائب ہو جاتا ہے۔ اپنے قیام کے ابتدائی چالیس برس میں جب امریکہ، روس نے اسے کھلاڑی بنا کر کشمیشیاں لڑیں تو اس کے پیچھے لگے تمام 113 مہمات کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اقوام متحدہ کا کردار مشرقی تیور میں بھی انتہائی شرمناک رہا ہے۔ مشرقی تیور معدنی وسائل سے مالا مال ملک ہے۔ یہ جزیرہ ساڑھے چار سو سال تک پرتگال کے زیر تسلط رہا جب کہ 1975ء میں یہاں روس کے اثر و رسوخ سے بچنے کے لیے امریکہ نے انڈونیشیا کی مدد کی اور یہاں فوج کشی کر دئی اور قتل عام کیا گیا۔ اس موقع پر اقوام متحدہ نے رسمی احتجاج کیا لیکن وہ کسی کھاتے میں نہ پڑا۔

اس کے بعد جب روس کا خطرہ ٹل گیا تو اسی امریکہ نے مشرقی تیور کو انڈونیشیا کے تسلط سے آزاد کروانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ تمام معدنی وسائل مسلمان ملک کے پاس انہیں گوارا نہ تھے۔ لہذا انہوں نے مشرقی

تیور میں عیسائی بغاوت کی اخلاقی و مالی مدد کی اور وہاں کے باغیوں کو نوئل پرائز تک دیا گیا۔ یہ نوئل پرائز پانے والا روسن کیتھولک پادری ”راموس ہورٹا“ تھا جسے 1996ء میں یہ اعزاز اس کی ”خدمات“ کے عوض میں دیا گیا۔

امریکہ اور اقوام متحدہ نے ان باغیوں کی حمایت جاری رکھی اور اس ”کارخیز“ میں آسٹریلیا نے بھی جغرافیائی قربت کی وجہ سے بھرپور ساتھ دیا۔ ایک طرف تو انڈونیشیا کی اسلحہ کے ساتھ بھرپور مدد کی گئی اور دوسری طرف باغیوں کو بھی مدد فراہم کی گئی تاکہ جنگ بھڑکتی رہے۔ بالآخر اقوام متحدہ کی زیر نگرانی 30 اگست 1996ء کو ریفرنڈم ہوا اور مشرقی تیور کو انڈونیشیا سے الگ کر دیا گیا۔

مشرقی تیور چونکہ عیسائی ملک تھا اس لیے اس کی بغاوت کی حمایت کی گئی جبکہ یورپ کی قربت میں واقع کوسوو جو مسلمان ملک تھا، کا قیام چونکہ یورپی سلامتی کے لیے خطرہ تصور کیا گیا اور اسے سربیا کے ساتھ ملحق کر کے کوسوو کے مسلمانوں کو سربیا کے ظلم و ستم کے حوالے کر دیا گیا۔

بوسنیا کا جب قصہ چھیڑا جائے تو دل خون کے آنسو روتا

ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم جیسی سہولت تو فراہم کی گئی لیکن جنگی تربیت نہ لینے دی گئی اور نہ ہی انہیں اسلحہ رکھنے کی اجازت دی گئی۔ اس کے برعکس سرب عوام کو اس کی بھرپور اجازت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرب درندوں نے جی بھر کر مسلمانوں کا قتل عام کیا لیکن اقوام متحدہ خاموش رہی کیوں کہ سربیا کی پشت پناہی روس کر رہا تھا۔ 1992ء میں اقوام متحدہ میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ سرب جہازوں کی بوسنیا کی حدود میں پروازوں پر پابندی ہے تو یہ قرارداد بھی ہوا ہی اڑادی گئی۔

کچھ یہی معاملہ چیچنیا کے ساتھ بھی ہوا جب روس نے 1991ء میں اس پر حملہ کیا اور چیچن مسلمانوں کو قتل عام کیا تو اقوام متحدہ کی طرف سے کوئی اقدامات نہ کیے گئے اور نہ ہی اس میں کوئی مشن بھیجا گیا۔ یوں روس کو قتل عام کی کھلی اجازت دی گئی اور مزید یہ کہ روس کے موقف کو خاموشی سے تسلیم کر لیا گیا اور یوں لاکھوں لوگ اس قتل عام کی بھیبت چڑھ گئے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نمائندہ لیون لیان نے تو صاف کہہ دیا کہ 15 رکنی سلامتی کونسل چیچنیا کے معاملے میں کچھ نہیں کر سکتی کیوں کہ پانچ بڑوں میں سے دو (امریکہ اور روس) کے درمیان

اس کے آغاز سے ہی اگر اس کے ”کارناموں“ پر نظر دوڑائی جائے تو ایسے نظر آتا ہے کہ اقوام متحدہ محض ان مفادات کو حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی جنہیں جنگ کے ذریعے حاصل کرنا ناممکن تھا

معاملات طے پا گئے ہیں۔

اسی طرح یورپ کے ملک مقدونیہ میں 40 فیصد مسلمان آباد ہیں لیکن انہیں 30 فیصد ظاہر کیا گیا اور اقلیت بنا دیا گیا حالانکہ اقوام متحدہ کو قانون کے مطابق کسی بھی ملک میں 10 فیصد سے زائد آبادی کے لوگ اقلیت نہیں بلکہ اکثریت کے برابر حقوق کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کھلانے والے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد 25 فیصد سے زائد ہونے کے باوجود انہیں اقلیت کا درجہ دیا گیا ہے اور ان کے ساتھ سلوک اقلیتوں سے بھی بدتر کیا جاتا ہے۔

24 دسمبر 1974ء کو جب روس نے باقاعدہ طور پر افغانستان پر حملہ کیا اور دس سال تک وہاں خون کی ہولی کھیلی تو اس دوران بھی اقوام متحدہ کچھ نہ کر سکی بلکہ یہ مجاہدین ہی تھے جنہوں نے روس کا بھرکس نکال دیا تھا۔

تقریباً گیارہ سال قبل جب امریکہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کی آڑ لے کر جنون، طاقت کے شمار میں مست ایک بلا جواز واقعہ

کے مجرم کے تعاقب میں افغانستان پر چڑھ دوڑا اور لاکھوں افغانیوں کو قتل کر دیا تو تب تک ایک بھی مذمتی قرارداد نہ آئی بلکہ نثار خانے میں اگر کسی طوطی کی آواز گونجی بھی تو اس کا گلا گھونٹ دیا گیا اور اسے دہشت گرد کا خطاب دے دیا گیا۔

محض 9/11 کا بدلہ لینے کی خاطر افغانستان کے نہتے شہریوں کو بڑی کڑ اور نیپام بھوں کی برسات سے ابدی نیند سلا دیا گیا۔ جس کسی بے چارے نے اگر کوئی آواز بلند کرنے کی کوشش کی تو وہ فوری القاعدہ کا ساتھی قرار پایا اور اسے دہشت گرد بنا دیا گیا۔ اقوام متحدہ نے اس معاملے میں صحیح رہنمائی نہ کر سکی۔ امریکہ جیسے جیسے اشارے کرتا چلا گیا ویسے ویسے پیچھتی چلی گئی۔

21 ویں صدی میں اقوام متحدہ کی کارگزاریوں میں سر دست افغانستان ہے جب کہ اس کے بعد سوڈان کی تقسیم بھی اس ک اس کے اسلام مخالف نمایاں کارناموں میں سے ایک ہے۔ تیل کے ذخیروں کی دریافت نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے دل میں لالچ پیدا کیا کہ وہ اس تیل کو حاصل کریں۔ اس دفعہ طریقہ کار جنگ کا نہیں بلکہ دوسرا اختیار کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ جس کو اسی مقصد کے لیے بنایا گیا تھا، نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

پہلے سوڈان کے جنوبی حصے میں جہاں کچھ عیسائی موجود تھے، میں مشرپیوں کے ذریعے خوب کام کیا گیا۔ بہت سے مسلمانوں کو عیسائی بنایا گیا اور پھر ان عیسائیوں کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔

الزام لگائے گئے کہ جنوبی سوڈان انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس کے بعد ایک نام نہاد ریفرنڈم کے ذریعے جنوبی سوڈان کو، سوڈان سے علیحدہ کر دیا گیا۔

یہ وہی اقوام متحدہ ہے جو اب تک کشمیر میں ریفرنڈم نہیں کروا سکی حالانکہ کشمیری درحقیقت آزادی چاہتے ہیں۔ لیکن جنوبی سوڈان میں فوری ریفرنڈم کروا کے اس کو علیحدہ کر دیا گیا۔ تیل کے ذخیروں سے قبل بھی امریکہ کو یہ ملک ڈکھتا تھا کیوں کہ یہ معدنی وسائل سے مالا مال ملک تھا اور سارے کا سارا مسلمان ملک تھا۔ لہذا اس کے دو ٹوکے کر دیے گئے پھر دونوں کو آپس میں لڑوایا گیا اور پھر اقوام متحدہ کے ذریعے سارے خزانے خود لوٹ لیے گئے۔

الغرض اقوام متحدہ کسی طور پر بھی مسلمانوں کے مفاد میں نہیں بلکہ یہ ہر صورت الکفر ملہ واحدہ کی عملی تفسیر ہے جو مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں۔ مسلمانوں کو المسلم کالجسد الواحد کی عملی تفسیر بنانا چاہیے اور اقوام متحدہ پر انحصار کو ختم کرتے ہوئے اپنی اقوام متحدہ بنانی چاہیے یا OIC کو حقیقی معنوں میں فعال کرنا چاہیے۔

سورة محمد ﷺ

تفسیر القرآن

پروفیسر حافظ محمد سعید

پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتزیاں کھڑے کھڑے کر دے گا۔ اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ تیرے پاس سے نکلے ہیں تو ان لوگوں سے جنہیں علم دیا گیا ہے، کہتے ہیں ابھی اس نے کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چل پڑے۔“

اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی کافروں اور مسلمانوں کا فرق رکھتا ہے۔ مومنوں کی مدد کرتا ہے جبکہ کافروں کا پیڑا غرق کرتا ہے۔ اللہ آخرت میں بھی ان کے مابین فرق رکھے گا۔ بیان ہو رہا ہے کہ ایک طرف جنتی ہیں اور دوسری طرف جہنمی۔ جنت اور دوزخ میں کیا ہوگا؟ اس کا بیان اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ متقی لوگ جنت میں جائیں گے۔ یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ نے ہر کلمہ گو سے وعدہ نہیں کیا کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا وہ سیدھا جنتی ہے۔ اللہ کا وعدہ متقین کے ساتھ ہے جو کلمہ پڑھنے اور نماز و روزہ کے بعد تقویٰ کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ اللہ کی فرمانبرداری کرتے اور ہر نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ وہ متقی ہیں جن کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ میرے بھائی! جنت میں جانے کے لئے تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا لازمی ہے۔ بے خوف ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ میں تو کلمہ گو ہوں اس لئے میں تو سیدھا جنت میں جاؤں گا۔ جبکہ جہنم میں کون جائیں گے؟ ہندو جائیں گے، سکھ، یہودی اور عیسائی جائیں گے۔ سب کافر جائیں جہنم میں اور میں تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکا ہوں اس لئے میری تو سیدھی جنت۔ او بھائی! جب تم نے کہا لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ تو سوچ کہ یہ کلمہ تیری پوری زندگی پر حاوی ہے کہ نہیں؟ تیرا عمل لا الہ الا للہ کی نفی کر رہا ہے اور تم نے جو کہا کہ محمد رسول اللہ اس کی بھی نفی کر رہا ہے۔ پھر تیرے عمل نے اس کی نفی کر کے اس کے کوخود بخود ختم کر دیا ہے۔ پھر تو اللہ سے کیا امید رکھتا ہے؟

یاد رکھو میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ ان لوگوں کے ساتھ کیا ہے جو نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو نافرمانیوں سے بچتے ہی نہیں، کہتے ہیں یہ بھی ٹھیک، وہ بھی ٹھیک، حرام کھاتے جاتے ہیں، بدکاریاں کرتے جاتے ہیں، شرک میں مبتلا ہیں، ہر قسم کی بدعت ان کے لئے آسان ہے، کافروں کی رسموں پر چلنا آسان ہے، ہندو کی ہر رسم قبول ہے، ہر یہودی سے رشتہ قبول ہے، ہر عیسائی کا طریقہ قبول ہے۔ یہ کلمہ پڑھنے کے باوجود وہی کچھ کرتا ہے جو ہندو کرتا ہے، یہودی کرتا ہے، عیسائی کرتا ہے، کافر کرتا ہے تو پھر یہ کیوں اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ میں مسلمان ہوں اس لئے جنت میں جاؤں گا حالانکہ جنت کا وعدہ اللہ نے متقین کے ساتھ کیا ہے۔

الفاظ	معانی	مادہ	صیغہ
وَعَدَ	وعدہ کیا گیا	و-ع-د	فعل ماضی مجہول
الْمُتَّقُونَ	متقی لوگوں سے	ت-ق-ی	اسم مفعول
أَنْهَارٍ	کئی نہریں	ن-ہ-ر	جمع نہر کی
آسِنَ	گہڑنے والا	ا-س-ن	اسم صفت
لَبَنٍ	دودھ کی ہیں	ل-ب-ن	اسم
خَمْرٍ	شراب	خ-م-ر	اسم
عَسَلٍ	شہد	ع-س-ل	اسم
مُصَفًّی	صاف کیا ہوا	م-ص-ف-ی	مفعول بہ
سَقُوا	پلایا جائے گا	س-ق-ی	فعل ماضی مجہول
حَمِيمًا	کھولتا ہوا	ح-م-ی	اسم مفعول
أَمْعَاءَ هُمْ	انتزیاں	م-ع-ہ	مفعول بہ
خَرَجُوا	وہ نکلے	خ-ر-ج	فعل ماضی معلوم
يَسْمَعُ	وہ سنتا ہے	س-م-ع	فعل مضارع معلوم

مَثَلُ الْحَنَةِ الْيَبْيُ وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٌ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَ هُمْ. وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْمَعُ إِلَيْكَ حَتَّى إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا أُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَ هُمْ. (سورہ محمد: 15-16)

اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو گہڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش ہے۔ (کیا یہ متقی لوگ) ان جیسے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور جنہیں کھولتا ہوا پانی

ہوئی نہریں، آرام آسائش کی زندگیاں اور دوسرا مقابلے میں ان کا وہ طبقہ جس نے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔ موت نہیں آئی ان کو ہمیشہ جلتے رہنا ہے۔ جلتے ہی رہنا ہے۔ یہ جلتے جلتے مطالبہ کریں گے کبھی کسی کو پکاریں گے، کبھی کسی کو پکاریں گے، کہیں گے ہمیں ایک گھونٹ پانی دے دو کہیں سے پانی نہیں ملے گا۔ ہر طرف سے کورا جواب ملے گا۔ پھر اللہ کے فرشتے ان کو پانی پلائیں گے۔ پانی کونسا پلائیں گے؟ جہنمیوں کا خون پیپ جو جل جل کر ان کے زخموں سے نکلا ہوگا۔ وہ اہلکا ہوگا جب ان کو پینے کے لیے دیا جائے گا۔ جب وہ گھونٹ اندر جائے گا تو اندر سے ساری انتڑیاں کٹ جائیں گی۔ وہ کھولتا ہوا پیپ ملا گرم پانی ان کو پلایا جائے گا۔ جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ کے رکھ دے گا۔ میرے بھائی! فیصلہ کرو پھر جاننا کدھر ہے؟ اگر اللہ کا دین چھوڑ کے دنیا میں عیاشیاں کرنی ہیں تو پھر جان لو ٹھکانہ جہنم ہے۔ اگر اللہ کے دین کے لئے قربانیاں دینی ہیں تو پھر ان شاء اللہ جنت ملے گی۔ ایک فیصلہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کرنا ہے جب نتیجہ بتانا ہے جبکہ ایک فیصلہ ہم نے دنیا میں کرنا ہے کہ ہم نے جانا کہاں ہے؟ اللہ نے راستے مقرر کر دیے ہیں۔ جنت اور جہنم کا راستہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے جو بڑا واضح ہے۔

فرمایا: اے نبی ﷺ! کچھ لوگ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر باتیں بھی بڑے غور سے سنتے ہیں لیکن ان کے سننے کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ہم نے مانا ہے۔ ہم نے باتوں کو قبول کر کے جہاد کرنا ہے شہادتیں پیش کرنی ہیں۔ بلکہ یہ آپ کی مجلس میں آکر غور سے اس لیے سنتے ہیں کہ کوئی بات ملے جس پر ہم تنقید کر سکیں پھر کوئی بات ایسی ان کو مل جائے تو پروپیگنڈا کر سکیں۔ یہ کان لگا کر آپ کی باتیں سنتے ہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ پھر جب یہ نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آتے ہیں تو یہ بات کہتے ہیں کہ میں یہ سن کے آیا ہوں۔ ہم جو کہتے تھے وہی بات ہوئی نا۔ ایسے ہی بس آنکھیں بند کر کے چلے جا رہے ہو اس نبی کے پیچھے یوں پروپیگنڈہ کرتے ہیں متاثر کرنے کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذہن خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ نبی ﷺ کی باتوں کو تروڑ مروڑ کر اس طرح پیش کریں گے کہ ذہن خراب ہو۔

کیوں بھائی دیانت داری سے بتاؤ کیا ایسا نہیں ہوتا؟ کسی کو بات چھوٹی سی مل گئی، جملہ الدعوة سے لے لی کسی کو کوئی تحریر مل گئی، کسی کی تقریر مل گئی۔ بالکل اسی طرح پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ انہوں نے ٹھیک لیا ہوا ہے لوگوں کا ذہن جہاد کے خلاف کرنے کا۔ کچھ بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کام پر لگا دیا ہے کہ لوگوں کو دین کی دعوت دو، جہاد کی دعوت دو اور کچھ لوگ اس مشن پر ہیں کہ لوگوں کو روکو۔ جو لوگ کام ہی یہ کر رہے ہیں ان کی ساری محنتیں ہی اسی چیز پر ہیں۔ ارے بھئی! اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو تو اصلاح کرو۔ پھر اصلاح کا بھی ایک طریقہ ہے۔ اصلاح پروپیگنڈہ سے تو نہیں ہوتی، لوگوں کے ذہن خراب کرنے سے تو نہیں ہوتی۔ اس کے لیے کیا طریقہ کار ہے؟ فرمایا:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ الذریت: 55)

”اور نصیحت کرو، کیونکہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔“

میں غلطی کرتا ہوں تو میرے پاس بیٹھ کر نصیحت کرو اور خیر خواہی سے بتاؤ کہ جناب آپ سے یہ غلطی ہو رہی ہے۔ اصلاح کرو جب آپ خیر کے جذبے سے اصلاح کے جذبے سے مجھے نصیحت کرو گے تو مجھے بھی پتہ ہوگا کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور میری اصلاح چاہتا ہے۔ (جاری ہے)

پھر جنت کی نعمتیں بیان ہو رہی ہیں کہ جنت میں کیا کیا ہوگا؟ خاص طور پر اللہ نہروں کا ذکر کر رہا ہے۔ اس دن اس پانی نے کبھی خراب نہیں ہونا۔ نہ اس کی بو نہ اس کی رنگت نہ اس کا ذائقہ تبدیل ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی شاندار نہریں چلائیں ہوئی ہیں۔ دنیا میں تو ان کا پانی خراب ہو جاتا ہے۔ دریاؤں کا پانی نہیں دیکھا جب بارش ہوتی ہے تو رنگ بدل جاتا ہے۔ ذائقہ بدل جاتا ہے۔ بد بو اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو وہاں نہریں بنائی ہیں دریا بنائے ہیں، ان کا پانی کبھی خراب نہیں ہوتا ہمیشہ پاک صاف صحت مندر بہتا ہے۔ اللہ اکبر! پھر دودھ کی بھی وہاں نہریں ہوں گی۔ ایسا دودھ کہ کبھی اس کا ذائقہ بدلے گا ہی نہیں۔ جو شاندار ذائقہ اللہ نے دودھ کے اندر رکھا ہے ہمیشہ وہی ذائقہ رہے گا۔ کیونکہ وہ بھینس کے تھنوں میں سے نہیں نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں ایسا دودھ تیار کر رکھا ہے کہ وہ ذائقے میں ہمیشہ ٹھیک رہے گا۔ وہاں شراب کی بھی نہریں ہیں لیکن شراب میں نشہ نہیں ہوگا بلکہ لذت ہوگی۔ اس شراب میں خاص قسم کا سرور ہوگا۔ پینے والوں کو خاص قسم کی لذت ملے گی۔ پاک صاف شہد کی نہریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو افرقہ دار میں دے گا۔ یہاں تو جناب شہد ملنا ہی مشکل ہے۔ شہد اور دیسی گھی کی قیمت برابر ہے۔ بڑا مہنگا ہے کہ عام آدمی استعمال ہی نہیں کر سکتا۔ پھر اگر کوئی استعمال بھی کرے تو یہ جس طرح کا ملتا ہے اللہ رحم کرے، کچھ شہد بھی ہوتا ہے یا کوئی اور چیز۔

اللہ تعالیٰ نے انتظام بہت کیا ہے۔ وہاں ہر چیز خالص ہے۔ ہم کس پھل کا، کس میوے کا ذکر کریں، کس نعمت کا ذکر کریں؟ وہاں ہر قسم کے میوے ہوں گے۔ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے وہ بھی وہاں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں بھی اور بھی کچھ چاہیے؟ نہ آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا اور دل میں خیال تک بھی نہیں آیا اس کا جو اللہ تعالیٰ نے دے دیا۔ ہم مانگیں بھی تو کیا مانگیں تجھ سے..... پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے اچھا حساب کچھ مل گیا آؤ پھر ایک اور نعمت دوں۔ وہ نعمت کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کہے گا: آج میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ میں تم سے راضی ہو گیا ہوں۔ آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ یہ پیغام ساری نعمتوں میں سے زیادہ لذت والا اور سرور والا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام سے ہر مومن کا سینہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ فرمایا: میوے ہوں گے، باغات ہوں گے، محلات ہوں گے اور سب کچھ ہوگا لیکن سب سے بڑی نعمت وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش کا اعلان ہے۔ سبحان اللہ! اللہ کی طرف سے سلام آئیں گے۔ اس سے بڑھ کر پھر اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنا دیدار کروائے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جس طرح چودھویں کا چاند ہر کسی کو نظر آتا ہے اس طرح اللہ اپنے چہرے کے سارے پردے ہٹا کر جنتیوں کو اپنا دیدار کروائے گا۔ سب اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھیں گے۔ دیدار کریں گے اور اتنی لذت محسوس کریں گے کہ کسی اور چیز میں ایسی لذت نہیں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت نصیب فرمائے۔ آمین

نبی ﷺ نے فرمایا: جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ ہمیشہ اللہ سے جنت الفردوس کا سوال کیا کرو کہ باقی ساری جنتیں نیچے ہیں اور جنت الفردوس سب سے اونچی جنت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے ہے۔ ساری نہریں اور دریا جنت الفردوس سے نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس جنت کا مطالبہ کیا کرو۔ اللہ اکبر! اللهم انا نسئلك الجنة الفردوس۔ پھر فرمایا: ایک طرف یہ جنتی، ان کے محلات، باغات، چلتی

اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے !

قبول اسلام کی بڑھتی لہریں

یورپ و دیگر غیر مسلم ممالک میں قبول اسلام کے اعداد و شمار کا تجزیہ

فورم آن ریلیجن اینڈ پبلک لائف نامی ایک امریکی ادارے نے عالمی سطح پر بین المذاہب شرح آبادی کا ایک سروے کیا اور اس رپورٹ کی تیاری میں تین برس کا عرصہ لگا۔ اس دوران دنیا کے 233 ممالک اور علاقوں سے مرد شماری کے اعداد و شمار اکٹھے کیے گئے۔ محققین نے اس رپورٹ کی تیاری کے لیے مردم شماری رپورٹس، ڈیموگرافک اسٹڈیز اور آبادی کے سروے جیسے پندرہ سو تاخذوں سے استفادہ کیا۔ اس رپورٹ کے مطابق مسلمانوں کی کل تعداد کا 20 فیصد مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ میں رہتا ہے جبکہ اعداد و شمار کے مطابق اس وقت جرمنی میں لبنان سے زیادہ مسلمان بستے ہیں اور روس میں مسلمانوں کی تعداد لیبیا اور اردن کے مسلمانوں کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہے۔

یہ رپورٹ تیار کرنے والے سینئر محقق برائن گرم نے سی این این کو بتایا کہ ان کے لیے مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد حیران کن ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی کل تعداد میرے اندازوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق 300 ملین مسلمان ان ممالک میں رہتے ہیں جہاں اسلام اکثریتی مذہب ہے۔ پرنسٹن یونیورسٹی میں سیاسیات کے پروفیسر ایمانی جمال کے مطابق یہ خیال کہ مسلمان عرب ہیں یا عرب ہی مسلمان ہیں اس رپورٹ کے بعد مکمل طور پر رد ہو جاتا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق 2030 میں دنیا کی آبادی تقریباً 8 ارب 3 کروڑ سے تجاوز کر جائے گی۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی آبادی 2 ارب 20 کروڑ ہوگی۔

العربیہ کی رپورٹ کے مطابق فلپائن میں پچھلے سال رمضان میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ دیکھنے میں آیا۔ ابھی تک ملک کے دارالحکومت منیلا سمیت ملک بھر سے 570 افراد نے اسلام قبول کر لیا ہے، جبکہ سعودی عرب میں ملازمت کے سلسلے میں مقیم غیر مسلم کمیونٹی کے افراد کی جانب سے اسلام قبول کرنے والوں میں فلپائن کے 80 ہاشندے بھی شامل ہیں۔ ایک سروے کے مطابق فلپائن میں مسلمانوں کی آبادی پانچ ملین ہے۔ جن کی میں فیصد ملک کے

ہیں۔ قومی سطح پر مسلمانوں کا اپنا ریڈیو چینل ہے۔ مسلمانوں نے اپنا پہلا سکول ٹیچنگ اسکول کے مشرق میں فرانسیسی جزیرے ری یونیون میں کھولا۔ اب الحمد للہ کئی تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں۔ حکومتی دعویٰ کے مطابق جن فرانسیسیوں نے اسلام قبول کیا ان کی تعداد 30 ہزار ہے۔ جبکہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور سکالر عبدالکریم مراد نے انکشاف کیا ہے کہ ایک لاکھ فرانسیسی مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ اس طرح نو مسلموں کے حوالے سے فرانس یورپ میں پہلے نمبر پر آتا ہے۔ اٹلی میں مسلمانوں کی تعداد 10

لاکھ ہے۔ چار سو پچاس مساجد اور اسلام سنٹرز ہیں۔ ان میں 80 ہزار پچھلے چند برسوں میں مسلمان ہوئے ہیں۔ جرمنی میں 40 لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ 14 سو مساجد اور اسلام سنٹرز ہیں۔ آبادی میں مسلمانوں کا تناسب 30.7 فیصد ہے۔ 11 ستمبر کے واقعات کے بعد سونز لینڈ میں 6 ہزار عیسائی مسلمان ہوئے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ 2020ء تک یورپ کی کل آبادی میں مسلمانوں کی تعداد 10 فیصد ہو جائے گی۔ امریکہ

اس وقت دنیا کی آبادی 7 ارب کے قریب پہنچ چکی ہے جس میں سے ایک ارب 60 کروڑ سے زائد مسلمان ہیں۔ عالمی سطح پر اسلام دنیا کا دوسرا بڑا مذہب جبکہ ہر چوتھا فرد مسلمان ہے۔ دنیا کی آبادی 25 لاکھ فیصد حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ جس میں آئندہ 20 برس میں 35 فیصد اضافہ ہو جائے گا۔ مختلف عالمی اداروں کی رپورٹس کے مطابق دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

برائٹن یورپ 3 کروڑ 38 لاکھ مسلمانوں کا گھر ہے جو کہ یورپ کی کل آبادی کا پانچ فیصد ہیں۔ براعظم امریکہ میں رہنے والے 46 لاکھ مسلمانوں میں سے نصف سے زائد ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں رہتے ہیں۔ تاہم وہ امریکہ کی کل آبادی کے ایک فیصد سے بھی کم ہیں۔ امریکہ میں اس وقت مسلمانوں کی آبادی 30 لاکھ کے قریب ہے جو 2030 تک بڑھ کر 60 لاکھ 20 ہزار تک پہنچ جائے گی۔ شمالی امریکہ میں 1990 سے 2010 تک مسلمانوں کی آبادی میں 91 فیصد کی رفتار سے اضافہ ہوا اور مسلم افراد کی تعداد 10 لاکھ 80 ہزار سے بڑھ کر 30 لاکھ 50 ہزار تک پہنچ گئی جبکہ آنے والے 20 برسوں میں شمالی امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد 80 لاکھ 90 ہزار سے زائد ہونے کا امکان ہے۔

اس وقت کینیڈا میں 9 لاکھ 40 ہزار مسلمان آباد ہیں جو 2030 تک 20 لاکھ 70 ہزار تک پہنچ جائیں گے۔ برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد 20 لاکھ ہے۔ 6 سو مساجد اور 4 سو اسلامی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ 1973ء میں برطانیہ میں صرف 13 مساجد تھیں اور ان مساجد میں صرف فجر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ہوتی تھیں۔ جبکہ پورے برطانیہ میں جمعہ کی کوئی خاص روایت نہ تھی۔ اس کے صرف 20 برس بعد 1993ء تک برطانیہ میں 575 مساجد تعمیر ہو چکی تھیں جن میں جمعہ کا اہتمام بھی ہوتا تھا۔ فرانس میں مسلمانوں کی تعداد 60 لاکھ ہے۔ 13 سو مساجد اور اسلام سنٹر ہیں جبکہ 6 سو اسلامی تنظیمیں کام کر رہی

جرمنی میں 40 لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ 14 سو مساجد اور اسلام سنٹرز ہیں۔ آبادی میں مسلمانوں کا تناسب 30.7 فیصد ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ 2020ء تک یورپ کی کل آبادی میں مسلمانوں کی تعداد 10 فیصد ہو جائے گی۔

کے آزاد تحقیقاتی ادارے کے مطابق 2025ء تک زمین پر آباد نفوس میں سے ایک تہائی مسلمان ہوں گے۔ سان ڈیان یونیورسٹی کے ایک محقق جان ویکسن کے مطابق 2020ء تک دنیا میں ہر چار افراد میں سے ایک مسلمان ہوگا۔ ایک امریکی تھنک ٹینک کی رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب 57 کروڑ ہے اور ان میں سے 60 فیصد براعظم ایشیا میں رہتے ہیں۔

اس وقت کینیڈا میں 9 لاکھ 40 ہزار مسلمان آباد ہیں جو 2030 تک 20 لاکھ 70 ہزار تک پہنچ جائیں گے۔ برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد 20 لاکھ ہے۔ 6 سو مساجد اور 4 سو اسلامی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ 1973ء میں برطانیہ میں صرف 13 مساجد تھیں اور ان مساجد میں صرف فجر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ہوتی تھیں۔ جبکہ پورے برطانیہ میں جمعہ کی کوئی خاص روایت نہ تھی۔ اس کے صرف 20 برس بعد 1993ء تک برطانیہ میں 575 مساجد تعمیر ہو چکی تھیں جن میں جمعہ کا اہتمام بھی ہوتا تھا۔ فرانس میں مسلمانوں کی تعداد 60 لاکھ ہے۔ 13 سو مساجد اور اسلام سنٹر ہیں جبکہ 6 سو اسلامی تنظیمیں کام کر رہی



mindanao نامی جزیرے پر رہتی ہے۔ باقی ملک کے دارالحکومت منیلا اور دیگر شہروں میں آباد ہے۔ تاہم گزشتہ ایک عرصے سے اسلام ملک میں مقبول ہونے والا اولین مذہب بن چکا ہے۔

العریہ کی رپورٹ کے مطابق سعودی عرب کے ادارے ”مکتب الدعوة والارشاد“ کے ریکارڈ کے مطابق تیرہ برسوں کے دوران ادارے کی کوششوں سے تیس ممالک کے آٹھ ہزار افراد نے اسلام قبول کیا ہے جن میں چار ہزار فلپائنی ہیں۔

سعودی عرب میں اس سال رمضان میں اب تک اسلام قبول کرنے والے افراد کی تعداد 143 سے تجاوز کر گئی ہے جن میں ایشیائی اور یورپی ممالک سمیت کئی ممالک کے لوگ شامل ہیں۔ تاہم ان میں سب سے زیادہ نومسلموں کا تعلق فلپائن سے ہے۔ سعودی عرب کی جانب سے فلپائن میں اسلام کی اشاعت کی غرض سے پچھلے سال رمضان میں 150 مذہبی سکالرز اور علمائے اکرام کو ترتیب دے کر بھیجا گیا، جہاں یہ افراد وہاں کے معاشرے میں اسلام کی دعوت میں مصروف رہے۔ ان مبلغین کے ہاتھوں 570 افراد نے اسلام قبول کیا۔ جن میں تعلیم یافتہ اور معاشرے کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے بھی موجود ہیں۔ فلپائنی باشندوں کی جانب سے اسلام کے ساتھ شغف اور دلچسپی کے باعث سعودی عرب نے حال میں فلپائنی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر بھی شائع کی ہے جس کے تحت تین لاکھ نسخے مساجد اور مختلف اداروں میں تقسیم مفت تقسیم کیے گئے ہیں۔ جس کے بعد فلپائنی معاشرے میں اسلام سے واقفیت اور شاناسائی بڑھ رہی ہے اور لوگوں میں اسلامی تعلیمات سے آگاہی کا شوق پیدا ہو رہا ہے۔

2012ء میں سعودی عرب کے حرم ریل پروجیکٹ کے لیے کام کرنے والے 600 سے زائد چینی شہریوں نے مکہ معظمہ میں منعقد ایک تقریب کے دوران اسلام قبول کیا تھا۔ گلف نیوز کے مطابق چینی ریل کمپنی کے یہ ملازم مکہ کو جدہ اور رابغ کے

راستے مدینے سے جوڑنے والی 450 کلومیٹر طویل ریل پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں۔ ان کی کمپنی نے اربوں ڈالر لاگت والے اس پروجیکٹ کا ٹھیکہ لیا ہے۔ کہ ایڈمنسٹریٹرز کے سیکرٹری ڈاکٹر عبدالعزیز الخدری نے بتایا کہ حرم خطے کے باہر عرفات میں جہاں یہ کام کر رہے ہیں، انھیں چینی زبان میں اسلام سے متعلق کتب دی گئی تھیں۔ اس کے 24 گھنٹے کے اندر ہی تبدیلی مذہب کا یہ واقعہ ہوا۔ اسلام قبول کرنے والے ان چینی شہریوں میں سے 70 مکہ مونو ریل پروجیکٹ سے وابستہ ہیں جو مئی مزلوفہ اور عرفات کے مذہبی مقامات کو جوڑتی ہے۔

متحدہ عرب امارات میں اسلامی انفارمیشن سنٹر کی رپورٹ کے مطابق رمضان المبارک 2011ء سے اب تک تقریباً 800 افراد مشرف بہ اسلام ہوئے جو مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔ دار البرسوسائی کے تحت چلائے جانے والے مرکز کے ایک سینیئر عہدیدار نے بتایا کہ ان میں 177 نے اپریل 2012ء میں اسلام قبول کیا۔ نئے اسلام قبول کرنے والوں میں ایشیائی، افریقی، یورپی و عرب سب ہی شامل ہیں۔ ڈائریکٹر آئی سی خالد سلطان العلما نے بتایا کہ مشرف بہ اسلام ہونے والے افراد درحقیقت اسلام کی حقانیت پر مشتمل تعلیمات، رحم دلی اور صبر و تحمل جیسی خوبیوں کی وجہ سے دین حق کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے لیے مرکز کی جانب سے باضابطہ قبول اسلام کی سندیں جاری کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ 2010ء میں اس مرکز میں 1350 سے زائد افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔ جن کا تعلق برطانیہ، امریکہ، جرمنی، فرانس، اٹلی، رومانیہ، روس اور ہالینڈ سے تھا۔

برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کا ایک اہم سبب برطانوی عیسائیوں کی اسلام سے دلچسپی ہے۔ برطانیہ کے مقامی افراد تیزی سے اسلام قبول کر رہے ہیں۔ قبول اسلام کے واقعات کے صحیح اعداد و شمار محفوظ نہیں ہیں لیکن 2001ء میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق 30

ہزار برطانوی

افراد اسلام سے مشرف ہوئے۔ برطانیہ کی ایک یونیورسٹی کے حالیہ سروے میں کہا گیا ہے کہ مختلف مذاہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد 50 ہزار ہے جن میں اکثریت خواتین پر مشتمل ہے۔ برطانوی اخبارات کی رپورٹ کے مطابق ملک میں اس وقت تک ایک لاکھ سے زائد افراد مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ برطانوی اخبارات میں شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق حلقہ بگوش اسلام ہونے والے سفید فام عیسائیوں میں خواتین کی اکثریت ہے۔ تنظیم برائے امور عقائد کی ایک رپورٹ کے مطابق 2001ء میں مسلمان ہونے والے برطانوی شہریوں کی تعداد 60 ہزار تھی جواب 90 ہزار سے ایک لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔

گزشتہ سال 122 نومسلم مرد و خواتین سے انٹرویوز لیے گئے تھے جس سے پتہ چلا کہ نو مسلمین میں 56 فیصد سفید فام برطانوی تھے جن میں 62 فیصد خواتین ہیں۔ دین اسلام قبول کرنے والوں کی اوسط عمر 27 سال ہے۔ اکثر نو مسلمین نے کہا کہ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد انہیں اپنے متعلقہ خاندانوں کے منفی دوشمنانہ رویے کا سامنا کرنا پڑا۔ 2015ء تک فوج میں مسلمانوں کی اکثریت 2020ء تک ہر پانچواں شہری مسلمان ہوگا..... حالات یوں رہے 30 سال بعد پورے ملک میں ہی مسلمانوں کی اکثریت ہو جائے گی۔

روسی دارالحکومت ماسکو ایک کروڑ آبادی میں مسلمانوں کی تعداد 35 لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ چند سال قبل یہ تعداد 20 لاکھ تھی۔ مسلم آبادی میں تیزی سے یہ اضافہ کاشیہ اور وسطی ایشیا کی سابق سوویت ریاستوں کے لوگوں کی آمد کے سبب ہوا ہے۔ روسی سرکاری اعداد و شمار کے مطابق روس میں ہر سال غیر مسلم آبادی میں سات لاکھ نفوس کی کمی جبکہ مسلم آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ غیر مسلم روسی آبادی زیادہ تر سائبیریا اور بالٹک کے ٹھنڈے علاقوں میں رہتی ہے جہاں شرح افزائش کم ہے۔ جبکہ مسلم آبادی کے علاقوں



سال 2005ء میں جب افضل گورو کو پارلیمنٹ جلی کی سازش میں شریک ہونے کا ذمہ دار ٹھہرایا تو پچاسی کی سزا کا فیصلہ آنے پر ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسے بین الاقوامی اداروں نے بھی بھارتی عدلیہ کے اس فیصلے پر کھلی تنقید کی تھی۔ یہ ایک ایسا عجیب و غریب مقدمہ تھا جس کا کوئی معنی شہاد بھی عدلیہ کو میسر نہ تھا۔ محض حالات کی گواہی اور ظلم و جبر کے ذریعے حاصل کیے گئے اعتراف کی بنیاد پر بھارتی عدلیہ نے کشمیر کے ایک نوجوان کو تختہ دار پر چڑھایا۔

یہ بات تو اہل حقیقت ہے جسے آج تک دنیا کوئی ذی روح چھٹا نہیں سکا کہ موت تو ہر ایک کو آنی ہے لیکن ایک مرد مومن کے لیے یہ بات بہت اعزاز کی ہوتی ہے وہ اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دے۔

لیکن اس مرد مجاہد کی بہادری کو سلام کہ جس نے اپنے اہل خانہ کو رحم کی اپیل کرنے سے بارہا منع کیا۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سے ملاقات کی تو سختی سے منع کیا کہ وہ بھارتی حکومت کے سامنے رحم کی اپیل نہ کریں اور کہا کہ وہ اپنی جان عزت و وقار سے دینا چاہتے ہیں۔

جوں و کشمیر پر قبضے سے لے کر مقبول بٹ کی شہادت تک اور مقبول بٹ کی شہادت سے آج افضل گورو کی شہادت تک بھارتی حکومت نے بارہا غلطیاں کر چکی ہے اور یہ اپنے پیروں پر خود کھڑا زاری مارنے کے مترادف ہے۔ کشمیری عوام تو عرصہ تیس سال سے مقبول بٹ کی پچاسی کو بھلا نہ سکی مگر اب یہ ایک نیاز غم ہے جو بھارت نے کشمیری عوام کو افضل گورو کی پچاسی کی صورت میں دیا۔ کشمیری عوام اس سے قبل لاکھوں قربانیوں دے چکے ہیں لیکن کوئی قربانی ایسا کام کر جاتی ہے جس سے تاریخ بدلنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔ صدیوں کی تاریخ بدل جاتی ہے کسی ایک قربانی کے طفیل.....

ہم کشمیری قوم کو سلام پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے شہیدوں کو بھولتے نہیں ہیں اور یہی آزادی کے راستے پر چلنے والوں کا طریق ہوتا ہے جو انہیں بالآخر کامیابی کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ (ان شاء اللہ)

افضل گورو نے اپنا سر بھارتی حکومت کے سامنے نیچا نہ کیا اور حیات جاوداں پا گیا۔

یہ چند اشعار اس مرد مجاہد کی شہادت پر

چلا ہوں میں کفر سے لڑنے جلا کے کشمیاں ساری
پلٹ کر ان رستوں پہ پھر کبھی نہ آؤں گا
میرے جذبوں کی حدت سے پھل جائیں گی یہ ظلم کی زنجیریں
یہ بازی ساری دنیا کو میں جیت کر دکھاؤں گا

ویب سائٹ پر اپیل کی گئی تھی کہ کسی طرح بھی برطانوی انتظامیہ اس کی تعمیر کروائے لیکن وہ لوگ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

دوسری طرف جرمنی میں جہاں مسلمان کسی بھی علیحدہ جگہ پر نماز ادا کر لیتے تھے اب بارقہ مسجدیں بنارہے ہیں اور وہاں کی حکومت کے پاس عالمی قوانین کے تحت ان کی تعمیر کروانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اگرچہ مقامی جرمن ان کی تعمیر میں رکاوٹیں ڈالتے رہے ہیں مگر اب جرمنی میں مسلمانوں کی تعداد اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ ان سے تصادم کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ تاہم ان سے کہا گیا ہے کہ مسجدوں کے میناروں کی اونچائی چرچوں کے گھنٹہ گھر کے گنبد سے نیچی رکھی جائے۔

چین اور مالی میں بھی مسجدوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ دوسری طرف ملائیشیا، سنگاپور اور دبئی کے مسلمانوں نے مسجدوں کی تعمیر کے لیے ان کی بڑی بڑی کنسٹرکشن کمپنیوں کی خدمات حاصل کی ہیں جن میں اوگن روکوفیڈر میگزڈے، نپ رین جزروک وائٹسٹوڈیو وغیرہ شامل ہیں۔ دبئی میں ایک زیر تعمیر مسجد اس طرح بنائی گئی ہے کہ اس کی چھتوں، دیواروں اور میناروں سے سمندر کا پانی پیمپوں کے ذریعے آبشاروں کی طرح بہایا جاتا ہے۔ مسجد 2011ء میں مکمل ہوئی۔ استنبول میں تعمیر کی جانے والی ایک مسجد میں مسلمان خواتین سیٹل کی ریڈنگ جو بالائی منزل پر ہے، کے پیچھے بیک وقت ایک ہی امام کے پیچھے نماز ادا کر سکیں گے۔ جرمنی اور ہالینڈ میں تعمیر کی جانے والی مسجدیں بھی جدید ترین طرز تعمیر کا نمونہ ہیں اور صرف ان کے میناروں اور گنبد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسجدیں ہیں جبکہ ان کی راہداریوں کے کنارے ہر قسم کی دکانیں اور تہ خانوں میں بڑے بڑے ستون قائم ہیں۔

ایک زمانہ تھا جب آسٹریلیا کے سب سے بڑے شہر سڈنی میں صرف دو تین مساجد تھیں۔ عیدین کی نماز اور دوسرے اسلامی اجتماعات صرف مساجد کے اندر ہی ہوتے تھے۔ مسلمانوں کے تہوار کب آئے اور کب گئے کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا مگر اب اللہ کے فضل سے دیکھتے ہی دیکھتے پچھلے 20 برسوں میں یہاں مسلمانوں کی تعداد دوسری کیوبیئر کے مقابلے میں غیر معمولی طور پر بڑھ چکی ہے۔ اب سڈنی شہر میں 20 سے زیادہ بڑی جامع مساجد اور تقریباً ہر علاقے میں چھوٹی مساجد ہیں۔ اگر سڈنی کے کاروباری مرکز میں دیکھیں تو یہاں پر بھی ایک بڑی جامع مسجد واقع ہے جبکہ جمعہ کی نماز کے لیے کئی جگہوں پر انتظام کیا جاتا ہے حتیٰ کہ دفاتر میں بھی نماز کے لیے جگہ بھی مختص کی جانے لگی ہے۔

دنیا میں اسلام کے نام لیواؤں کی بڑھتی تعداد کے باعث وہ وقت بہت قریب ہے جب یورپی دنیا پر اسلام کا نفاذ ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہوئے اسلام کو تقویت پہنچائیں۔

(جاری ہے)

واغستان، تاتارستان، ابخاز، انگوشتیا، چیچنیا اور بحر اسود سے لگنے والے نسبتاً گرم علاقوں میں آبادی میں فطری طور پر ہی اضافہ ہو رہا ہے۔

مسلم علاقوں میں لوگوں کی اوسط عمر 68 سال ہے جبکہ غیر مسلم علاقوں میں 58 سال ہے۔ 1919ء میں روس میں مساجد کی تعداد تین سو تھی جو اب بڑھ کر آٹھ ہزار ہو چکی ہے۔ 50 سے زائد دینی مدارس میں 50 ہزار تک طلباء زیر تعلیم ہیں۔

جس طرح آج میڈیا میں اسلام قبول کرنے والوں کی بکثرت خبریں ملتی ہیں۔ اسی طرح اس کرۂ ارض پر مسجدوں کی تعداد میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ نیویارک میں شائع ہونے والے مقبول جریدے ٹائم نے اس سلسلے میں ایک رپورٹ شائع کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق یورپ میں نئی مساجد کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور پوری فضا میں پانچ وقت اذان کی آواز گونج رہی ہے۔ روم میں تین کروڑ ڈالر کی لاگت سے مسجد تعمیر ہوئی جس کے لیے زمین حکومت نے عطیہ کی۔ فرانس میں ایک ہزار مساجد ہیں جبکہ 1970ء میں ان کی تعداد ایک درجن کے قریب تھی۔ برطانیہ میں تعلیمی ٹرسٹ اسلامک فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر جنرل خورشید احمد کہتے ہیں کہ ”اسلامک فاؤنڈیشن کے جائزے کے مطابق یورپ میں ڈھائی کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ ان میں ایک کروڑ پندرہ لاکھ روس میں، 75 لاکھ مغربی یورپ کے، ممالک میں اور تقریباً 60 لاکھ مغربی یورپ میں آباد ہیں۔ اس طرح اسلام یورپ کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔“

اسلامی دنیا سے قطع نظر یورپ اور شمالی امریکہ میں گزشتہ دہائی کے دوران مسجدوں کی تعمیر کے رجحان میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ صرف اٹلی میں جہاں سات سال پہلے 351 مسجدیں آباد تھیں، وہاں اب 735 مسجدوں میں مسلمان نماز پڑھ چکا ہے اور اگرچہ ہیں۔ گویا اس عرصہ میں یہاں مسجدوں کی تعمیر میں ایک سو فیصد سے بھی زائد تعداد بڑھی ہے۔ یہ بات امریکی جریدے ٹائمز کی حالیہ اشاعت میں شائع ہونے والے ایک طویل مضمون میں بتائی گئی ہے۔

مضمون نگار کا راولپور نے اس سلسلے میں جو تحقیق کی ہے اس کے مطابق مغربی دنیا میں ایک ارب تیس کروڑ مسلمان اقلیت کی صورت میں آباد ہیں اور وہ اپنے مذہب کے بارے میں انتہائی حساس ہیں جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ فرانس، ہالینڈ، برطانیہ اور چند غیر مسلم افریقی ممالک میں ان کی بڑھتی ہوئی تعداد کے ساتھ ساتھ مسجدوں کی تعمیر میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ لندن میں جس جگہ 2012ء میں اولمپکس مقابلے منعقد ہوئے تھے، وہاں آج 18 ایکڑ اراضی پر ایک وسیع و عریض مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔ جس کی تعمیر کروانے کے لیے گورڈن براؤن کی انتظامیہ پر زبردست دباؤ تھا اور تقریباً دو لاکھ 75 ہزار عیسائیوں اور یہودیوں کے دستخطوں سے وزیر اعظم برطانیہ کی

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی

اہل مغرب..... معاشرتی بحرانوں کی لپیٹ میں

تباہ حال خاندانی نظام، جرائم کی بہتات اور دین فطرت سے دوری اہل مغرب کو لے ڈوبی

اعداد و شمار امریکی ادارے Disease Control and Prevention نے پیش کئے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں جوان لوگ اپنے بوڑھے والدین کو موت کا انتظار کرنے کے لیے داخل کروا جاتے ہیں بلکہ بے شمار لوگوں کی جوان اولاد کے پاس تو انہیں چھوڑ کر آنے کا بھی وقت نہیں ہوتا۔

مغرب میں 18 سال کی عمر کو پہنچنے پر ہر کوئی اپنی مرضی کا مالک ہو جاتا ہے۔ اگر والدین کچھ سخت کہہ دیں تو والدین کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ ایسے معاشرے میں والدین کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا.....؟

جرائم کی کیفیت یہ ہے کہ UN کی رپورٹ کے مطابق گاڑیوں کی چوری کی وارداتوں میں برطانیہ کا نمبر دوسرا جبکہ امریکہ کا نمبر پہلا ہے۔ ایک سال میں برطانیہ میں 348,169 گاڑیاں چوری ہوئیں جبکہ امریکہ میں 1,246,096 گاڑیاں چوری ہوئیں۔ یہ رپورٹ United Nations Office on Drugs and Crime, Center for International Crime Prevention نامی ادارے کی ہے۔

اسی ادارے کی مزید تحقیق کے مطابق مٹھیات کے استعمال میں برطانیہ دوسرے جبکہ امریکہ چوتھے نمبر پر ہے۔ امن و سکون کے میدان میں امریکہ نے ایک اور چیز میں بھی پہلی پوزیشن حاصل کر لی ہے اور وہ ہے قیدیوں کی تعداد۔ گزشتہ چند سالوں سے امریکہ میں ہر وقت کم و بیش 20 لاکھ افراد سلاخوں کے پیچھے ہوتے ہیں۔

برطانیہ میں ہر لاکھ میں سے 2034 افراد کسی نہ کسی جرم کا

”The Telegraph“ کے مطابق 2010 میں برطانیہ اور ویلز (Weles) میں 723,165 بچے پیدا ہوئے جن میں سے 338,790 بچے بغیر شادی کے ناجائز تعلق کے نتیجے میں پیدا ہوئے۔ اسی سال 119,589 طلاقیں ہوئیں۔

اسامہ UOL

ایسے معاشرے میں باپ، ماں، دادا، نانا جیسے رشتوں کی کیا اہمیت اور قدر ہو سکتی ہے.....؟ چند روز قبل ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہ بتانے لگے کہ ان کے بچے برطانیہ میں ہوتے ہیں۔ کئی سال قبل پاکستان سے برطانیہ گئے ہیں اب ان کو وہاں کی Nationality مل چکی ہے۔ تمام بچے ماشاء اللہ شادی شدہ ہیں اور ان کے بچے بھی اب بڑے ہو چکے ہیں اور سکول و کالج جاتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ اب وہ برطانیہ سے کسی

آج بھی دنیا میں امن آئے گا اور ضرور آئے گا تو صرف اور صرف اسی ایک راستے سے ہی آئے گا۔ اسلام ہی وہ واحد نظام اور دین ہے جو انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے اور تمام مسائل کا حل رکھتا ہے

عرب ملک میں شفت ہونے کا سوچ رہے ہیں کیونکہ ”وہاں کا ماحول ٹھیک نہیں ہے“۔ شاید برطانیہ میں رہنے والے ضعیف العمر افراد کی قابل ترس زندگی نے ان کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کیا ہو..... امریکہ میں ”Old People Homs“ کی تعداد 16,100 ہے جن میں 17 لاکھ افراد کی گنجائش ہے۔ یہ

”ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی“ کے مصداق دنیوی طور پر چمکتا دمکتا ”مغرب“ اس وقت شدید اقتصادی و تہذیبی بحران کا شکار ہے۔ چونکہ یہ میڈیا کا دور ہے اور میڈیا کے میدان میں مغرب کا اثر غالب ہے۔ اسی وجہ سے ہمیں مغرب کی رونقیں، رنگینیاں اور خوشحالی ہی دکھائی جاتی ہیں جبکہ وہاں کے حقیقی حالات شاید خاصے مختلف ہیں۔ یہاں ایک نقطہ سمجھنا ضروری ہے کہ خوشحالی کے لیے بلند و بالا عمارتیں اور قیمتی گاڑیاں کافی نہیں بلکہ سکون قلب اس کا بنیادی جزو ہے۔ اگر زندگی میں سکون اور خوشی نہ ہو تو مال و دولت اور خزانوں کی کوئی خاص اہمیت نہیں رہتی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مغرب اس وقت معاشرتی اور معاشی دونوں طرح کے مسائل میں گھرا ہوا ہے لیکن اس مضمون میں ہم صرف معاشرتی مسائل کا تذکرہ کریں گے۔ اس تذکرے کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ ہم ان کو مسائل میں دیکھ کر خوش ہوں بلکہ یہ باور کروانا ہے کہ ان کے مسائل کا حل ہمارے یعنی مسلمانوں کے پاس ہی ہے جس کا تذکرہ اگلے اوراق میں آ رہا ہے۔

یہ بات تو معروف ہے کہ مغرب میں خاندانی نظام نہ ہونے کے برابر ہے۔

انگلینڈ میں 65 فیصد بچے اپنے والدین کے ساتھ رہتے ہیں جبکہ 20.8 فیصد بچوں کے والدین میں علیحدگی ہو جاتی ہے اور بچے یا اپنی ماں کے ساتھ رہتے ہیں یا اپنے باپ کے ساتھ۔ 12.8 فیصد بچے وہ ہیں جو رہتے تو اپنے والدین کے ساتھ ہیں لیکن ان کے والدین غیر شادی شدہ ہیں۔ ان کے لیے Cohabiting Parents کی اصطلاح استعمال کی جاتی

شکار ہوئے ہیں۔ آسٹریلیا میں ہر لاکھ میں سے 1677 جبکہ کینیڈا میں 935 افراد مجرموں کے ظلم کا نشانہ بن چکے ہیں۔
(Conservative EU Comission, UN)

جب اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا انکار کیا جائے، رب کے احکامات کا مذاق اڑایا جائے تو زندگی میں سکون نہیں آسکتا خواہ مال و زر کی کتنی ہی فراوانی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آئے روز کسی اداکار، گلوکار، وغیرہ کی خودکشی کی خبریں مغربی ممالک سے آتی رہتی ہیں۔ 18 فروری کو ایک اور ”Music Star“ جس کا نام ”Mindy Marcead“ تھا نے امریکہ میں اپنے گھر میں خودکشی کر لی۔ اس کی عمر 37 سال تھی۔ مال بھی تھا، شہرت بھی تھی، لوگ آؤ گراف بھی لیتے تھے پھر کیا مسئلہ تھا آخر؟ کس چیز نے اس طرح کے لوگوں کا سکون چھینا.....؟

15 سے 24 سال کے افراد کا جائزہ لیں تو برطانیہ میں ہر لاکھ میں سے تقریباً 7 لوگ خودکشی کرتے ہیں جبکہ امریکہ میں تعداد اس سے دوگنی ہے۔ 25 سے 34 سال کی عمر کے افراد میں، امریکہ میں ہر لاکھ میں سے 15 افراد خودکشی کرتے ہیں۔ جبکہ برطانیہ میں اس عمر کے افراد میں خودکشی کا رجحان کم عمر لوگوں کی نسبت زیادہ ہے اور وہ ہر لاکھ میں سے 11 ہے۔

آپ کہیں گے کہ پاکستان میں بھی بہت مسائل ہیں۔ ہم اپنی بات نہیں لکھتے۔ WHO (World Health Organization) کے بقول پاکستان میں قتل کا انڈیکس 36 جبکہ UK میں 66 ہے۔ حالانکہ پاکستان میں ہم دھماکے بھی ہو رہے ہیں۔ ہم دھوکے سے کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں ہونے والے دھماکے، خواہ وہ ملک کے کسی بھی حصے میں ہوں اور ان کا نشانہ بننے والے کوئی بھی ہوں امریکہ اور اس کے ساتھیوں کا ہی کارنامہ ہے۔

UN کے مطابق برطانیہ میں

ایک سال میں کل 6,523,706 جرائم ہوئے۔ امریکہ میں اسی ایک سال میں 11,877,218 جرائم ہوئے۔ اس طرح امریکہ نے جرائم کی دوڑ میں دنیا بھر میں پہلی پوزیشن جبکہ برطانیہ نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔
ہمارا میڈیا پاکستان میں ہونے والے مسائل کو خوب اچھا لٹا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتا ہے کہ پاکستان اپنی آخری سانسیں لے رہا ہے جبکہ مغرب کی بدحالی بیان نہیں کی جاتی۔ آپ

نے پاکستان کی جیلوں اور قیدیوں کی کثیر تعداد پر تو کافی کچھ سنا ہوگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ قیدیوں کی تعداد کے لحاظ سے پاکستان کا



نمبر 22 واں ہے۔ جبکہ امریکہ نے اس معاملے میں ساری دنیا کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ امریکہ کا نمبر پہلا ہے اور وہاں ہر لاکھ میں سے 715 افراد گھر میں میں نہیں بلکہ جیلوں میں رہتے ہیں۔ پاکستان میں یہ تعداد 59 ہے۔

خواتین کے حقوق پر بہت باتیں کی جاتی ہیں اور پاکستان کو خوب بدنام بھی کیا گیا ہے۔ امریکہ میں قیدیوں میں سے 8.5 فیصد عورتیں ہیں جبکہ پاکستان میں صرف 1.7 فیصد خواتین ہیں باقی سب مرد ہیں۔ کہتے ہیں کہ پاکستان میں کرپشن بہت زیادہ ہوتی ہے اور یقیناً یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ لیکن یہ کام دوسرے ممالک میں بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ رشوت خوری میں امریکہ ”Top 10“ ممالک میں آتا ہے۔

”The Telegraph“ کے مطابق 2010 میں برطانیہ اور ویلز

(Weles) میں 723,165 بچے پیدا ہوئے جن میں سے

338,790 بچے ہناشادی کے ناجائز تعلق کے نتیجے میں پیدا ہوئے۔

جرائم میں مجموعی طور پر پانچ بڑے ممالک یہ ہیں:

1- امریکہ	11,877,218
2- برطانیہ	6,523,706
3- جرمنی	6,507,394
4- فرانس	3,771,856
5- روس	2,952,370

یہ ہے ترقی یافتہ ممالک کی حقیقت حال.....! پاکستان میں غربت کا بھی خوب واویلا کیا جاتا ہے حالانکہ پاکستان غربت میں 89 ویں نمبر پر ہے۔ منشیات کے استعمال میں پہلی 3 پوزیشنیں ان ممالک نے حاصل کی ہیں۔

1- جرمنی

2- برطانیہ

3- کینیڈا

اٹلی کا نمبر آٹھواں ہے اور پاکستان ان 60 ممالک کی فہرست میں نہیں آتا۔ Mail Online کی رپورٹ کے مطابق برطانیہ اور آسٹریلیا امیر ممالک میں جرائم کے لحاظ سے سب سے آگے ہیں۔ اس کے مطابق ”British has high crime rate than any other rich nation except Australia according to a survey Yesterday .“

(Mail Online, Feb 18.2013)

یہ مسائل آج کے نہیں بلکہ کئی برسوں سے ہیں Mail Online لکھتا ہے 1 in 40 people in England & Wales had there cars stolen in 1999 مغربی ممالک میں اغوا بھی معمول کی بات ہے۔ کینیڈا کا نمبر دوسرا ہے۔ ہمارا ہمسایہ ملک بھارت بھی اس مسئلے سے دوچار ہے اور اس کا نمبر 18 واں ہے۔ الحمد للہ، پاکستان کا نام پہلے 83 ممالک میں نہیں آتا۔

عورت کی نام نہاد آزادی اور برابری کا خمیازہ آج بہت سے دوسرے ممالک بھی بھگت رہے ہیں۔ ریپ جیسا غلیظ کام، جس نے آج بھارت کو خوب پریشان کر رکھا ہے۔ اسرائیل اس کام میں پانچویں نمبر پر ہے۔

روس 2009 میں 6208 ریپ کے کیسز کے ساتھ تیسرے، جرمنی اسی سال 7292 کیسز کے ساتھ دوسرے، جبکہ فرانس 10,277

کیسز کے ساتھ پہلے نمبر پر رہا۔ یہ ہے وہ بااخلاق قوم جس کی تعریفیں کرتے ہمارے دانشور اور معذرت کے ساتھ، بہت سے اساتذہ کرام بھی نہیں تھکتے۔

ان مسائل کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا مسئلہ اور بھی ہے جس نے ان بے چاروں کو پریشان کر رکھا ہوا ہے۔ برطانیہ کے 23 فیصد لوگ موٹاپے کا شکار ہیں، برطانیہ کی پوزیشن تیسری ہے۔ (باقی صفحہ 35 پر)

زانوئے تلمذ طے ہوتا ہے قرینے سے.....!



ادب لازم ہے....!

استاد اور شاگرد کے باہمی حقوق پر قرآن کریم اور احادیث طیبہ سے روشنی ڈالتی منفرد تحریر

کتاب وسنت کے بہت بڑے عالم تھے نے ایک جنازہ پڑھا۔
والہی کے لئے سواری لائی گئی تاکہ آپ اس پر سوار ہو جائیں۔
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سواری کی رکاب تھام لی۔
زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی! آپ
ایسا نہ کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”جی نہیں، میں یہ رکاب ضرور پکڑوں گا، کیونکہ علماء اور
بڑوں کا یہ حق ہے کہ ان سے ایسا ہی برتاؤ کیا جائے۔“

(جامع بیان العلم و فضلہ: 514/1)

استاد کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ یہ امام شعبہ رحمہ اللہ سے پوچھئے
فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثًا، فَأَنَا لَهُ عَبْدٌ
”جس سے میں نے ایک حدیث سنی ہے وہ میرا آقا
اور میں اس کا غلام ہوں۔“

(جامع بیان العلم و فضلہ: 512/1)

پس جب طالب علم اپنے استاد کا حدود و احترام نہ کرے گا،
تب ہی اسے علم کی بیش قیمت دولت حاصل ہوگی۔ اگر طالب علم
بدخواہ اور بے ادب ہے تو علم سے محروم ہی رہے گا۔ ایک شاعر نے
خوب کہا ہے:

إِنَّ الْمُعَلِّمَ وَالطَّيِّبَ كَالْهَمَّا
لَا يَنْصَحَانِ إِذَا هُمَا لَمْ يُكْرَمَا
فَأَصْبِرْ لِدَانِكَ إِنْ أَهْنَتْ طَبِيبَهُ
وَأَصْبِرْ لِحَبْلِكَ إِنْ جَفَوَتْ مُعَلِّمًا
”معلم اور طیب کی جب تک توقیر و تعظیم نہ کی جائے
وہ خیر خواہی نہیں کرتے۔ بیمار نے اگر طیب کی توہین کردی تو وہ
اپنی بیماری پر صبر کرے اور اگر شاگرد نے اپنے استاد کے ساتھ
بدتمیزی کی ہے تو وہ ہمیشہ جاہل ہی رہے گا۔“

اس کی بے ادبی سے بھی اپنے آپ کو بچائے۔ استاد معلم و مربی
ہونے کے لحاظ سے باپ کے درجے میں ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا:
”میں تمہارے لئے والد کے درجے پر ہوں، تمہیں تعلیم
دیتا ہوں۔“ (سنن ابو داؤد: 08)

چنانچہ روحانی ماں باپ کی تکریم و تعظیم کیجئے۔ استاد سے

حارث افضل، GCT



ایسے اسلوب گفتار سے پرہیز کریں جس سے گستاخی یا تنقید کا
کوئی پہلو نکلتا ہو۔ اس کے سامنے ادب اور شائستگی سے بیٹھیں۔
اس کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں۔

۲۔ طالب علم کو تکبر و بڑائی سے دور رہنا چاہئے اپنے اندر
عجز و انکسار پیدا کرنا چاہیے۔ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ
فرماتے ہیں:

”علم حاصل کرو اس کے لئے سکینت و وقار بھی سیکھو۔
جن سے علم حاصل کرتے ہو اور جنہیں سکھاتے ہو ان کے لئے
تواضع اور عاجزی اختیار کرو۔ جبر کرنے والے علماء مت بنو۔“

(جامع بیان العلم و فضلہ: 512/1)

طالب علم کو استاد کے حق میں دعا کرنی چاہیے اور استاد کے

لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے حق میں

خیر و برکت اور توفیق و دانائی کی دعا کرتا رہے

اساتذہ کے ساتھ ادب و احترام کا ایک سبق آموز واقعہ
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جسے امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے
اپنی کتاب جامع بیان العلم و فضلہ میں ذکر کیا ہے۔ نقل کرتے ہیں:
ایک دفعہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو قرآن کے حافظ اور

تعلیم ایک ذریعہ ہے جس کے ذریعے اچھی سیرت سازی
اور تربیت کی جاتی ہے۔ علم ایک روشن چراغ ہے جو انسان کو عمل کی
منزل تک پہنچاتا ہے۔ اس لحاظ سے تعلیم و تربیت شیوہ پیغمبری
ہے۔ استاد اور شاگرد تعلیمی نظام کے دونہایت اہم عنصر ہیں۔ معلم
کی ذمہ داری صرف سکھانا ہی نہیں۔ سکھانے کے ساتھ ساتھ تربیت
دینا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا:
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ

(سورة البقرة: 129)

”اور انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔“
اس بناء پر یہ نہایت اہم فریضہ ہے اسی اہمیت و تقدس کے
پیش نظر استاد اور شاگرد دونوں کی اپنی اپنی جگہ جداگانہ ذمہ داریاں
ہیں۔ انہیں پورا کرنا ہر دو جانب کے فرائض میں شامل ہے۔ اگر
ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کیا جائے تو پھر ہی تعلیم ترقی کی
ضامن ہوتی اور تب ہی کامیابی کے پھول کھلتے ہیں۔

اس سلسلے میں کچھ حقوق استاد پر عائد ہوتے ہیں جبکہ بعض
شاگرد پر جن کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

شاگرد پر استاد کے حقوق

۱۔ سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ
طالب علم نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کو مد نظر
رکھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ
يُوقِرْ كَبِيرَنَا.

”وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں
پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر و احترام نہ کرے۔“

(جامع ترمذی: 1919)

اس لئے شاگرد پر لازم ہے کہ وہ استاد کا احترام کرے اور

۳۔ طالب علم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اسباق میں غیر حاضری سے اجتناب کرے نافرمانی کرنے سے اس کے علم و استعداد میں کمی آئے گی۔ نتیجتاً لوگ اس کے استاد ہی کو مور و الزام ٹھہرائیں گے۔ چنانچہ اپنے اساتذہ کو الزام آنے سے بچانا بھی استاد کے حقوق میں سے ہے۔

۴۔ پابندی سے حاضری کے علاوہ کمرہ جماعت میں توجہ اور دھیان سے سبق سننا اور یاد کرنا طالب علم کی بڑی اہم ذمہ داری ہے۔ مزید برآں یہ اس پر استاد کا حق ہے۔

۵۔ اگر سبق سمجھ نہ آئے تو استاد سے پوچھ لینا طالب علم کی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤْلُ .

”یقیناً (علم کی) بھٹائی کا علاج سوال کرنے میں ہے۔“

(سنن ابوداؤد: 336)

۶۔ یہ بھی طالب علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ محترم استاد کو عام انسانوں کی طرح انسان ہی سمجھے جس سے غلطی کا سرزد ہونا عین ممکن ہے۔ اس کی درستی اور سختی کو برداشت کرے۔ اس کی برائی سے اجتناب کرے اس کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے اور خوبیوں کو اجاگر کرے۔

۷۔ فضول اور وقت ضائع کرنے والے سوالات سے پرہیز کرے۔

۸۔ طالب علم یہ بھی یاد رکھے کہ غلطی

پر استاد کا غصہ ہونا ایک فطری چیز ہے لہذا طالب علم استاد کے غصے کو محسوس نہ کرے۔ بلکہ یہ سمجھے کہ استاد کا میری غلطی پر ناراض ہونا خود میرے ہی لئے مفید ہے۔

ایک دفعہ معلم انسانیت ﷺ لوگوں کو لمبی لمبی نمازیں پڑھانے کے باعث معاذ بن جبلؓ پر شدید ناراض ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

أَفْتَانِ يَا مَعْزُاتُ!

”اے معاذ! کیا تو لوگوں کو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟“

(سنن نسائی: 998)

اس ضمن میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ”وعظ و تعلیم میں ناپسندیدہ بات دیکھنے پر غصے ہونا“ کا باب قائم کیا ہے اور ناپسندیدہ عمل پر استاد کی شاگرد کو تنبیہ کو صحیح عمل قرار دیا ہے۔

پس اگر معلم (استاد) شاگرد کی کسی غلطی پر غصہ میں آجائے تو یہ کوئی انہونی بات نہیں۔ سعادت مند طالب علم کا فرض ہے کہ وہ اپنے کرم استاد کی سخت باتیں بھی چپ چاپ ادب کے ساتھ سن لے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے۔

استاد پر شاگرد کے حقوق

جیسے آپ نے شاگرد پر استاد کے حقوق کا مطالعہ کیا اسی طرح استاد پر شاگرد کے حقوق بھی ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ نرمی و نوازش کا سلوک کیجئے

استاد کو چاہیے کہ وہ اپنے لئے نرمی کریم ﷺ کی سیرت کو اسوہ بنا کر اپنے شاگردوں سے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لَبِثَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ.

(سورہ آل عمران: 159)

”پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بخل و سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔“

لہذا استاد شاگردوں کے لئے نرمی کا پہلو اختیار کرنے اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کو بھی پیش نظر رکھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

استاد کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری زبان کی حفاظت ہے۔ زبان کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ زبان کی حفاظت کرے اور اسے ناجائز اور نامناسب باتوں سے بچائے

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرًا يُوقِرُ كَبِيرًا. ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر و تعظیم (عزت و احترام) نہ کرے۔“ (جامع ترمذی: 1919)

اس بنا پر استاد کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھے اگر ان سے کوئی نامناسب حرکت ہو جائے تو درگزر کرے ان سے وقار اور بردباری کے ساتھ پیش آئے۔

۲۔ زبان کی حفاظت

استاد کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری زبان کی حفاظت ہے۔ زبان کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ زبان کی حفاظت کرے اور اسے ناجائز اور نامناسب باتوں سے بچائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ. (صحیح بخاری: 6018)

”جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو وہ بھلائی اور خیر کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔“

چونکہ استاد اپنے شاگردوں کے لئے نمونہ ہوتا ہے اس لئے اسے چاہیے کہ اپنی گفتگو کو قیاد اور متوازن بنائے۔ بے ہودگی سے بوجھل الفاظ سے پرہیز کرے۔ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے زبان کی بے اعتدالی کے نقصانات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَنْتَبِئُ فِيهَا بِزَلٍّ بِهَا فِي النَّارِ أَبَعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمُشْرِقِ.

(صحیح بخاری: 6477، صحیح مسلم: 2988)

”یقیناً بندہ ایک بات کرتا ہے اس پر غور و فکر نہیں کرتا۔ وہ اس بات کی وجہ سے مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ جہنم کی آگ کی طرف گرجا جاتا ہے۔“

لہذا استاد شاگردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبان کی حفاظت کریں اور زبان کے ذریعے سے جن گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے ان سے اپنے دامن تعلیم و تعلم کو بچائیں۔

جھوٹ ایسا معاشرتی ماسور ہے جو بہت سے گناہوں کا پیش خیمہ ہے۔ لہذا معلم و متعلم (استاد و شاگرد) اس سے بچیں۔ سچائی کی صفت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، لیکن معلم کے لئے بے حد ضروری ہے۔ جس طرح زندہ انسان کے لئے غذا کے بغیر گزارہ مشکل

ہے، اسی طرح استاد سچائی کے بغیر ایک لمحہ بھی اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر استاد جھوٹ کا سہارا لے گا تو سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ شاگردوں کے دلوں میں استاد اور اس کی گفتگو/بیان کی وقعت ختم یا کم ہو جائے گی۔ اس سے پوری امت کو اجتماعی نقصان پہنچتا ہے۔ بعض اوقات شاگرد کا دل اس طرح ٹوٹ جاتا ہے کہ وہ دوسرے اساتذہ سے بھی بدظن ہو جاتا ہے۔

استاد کو ہدایتی سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔ درس گاہ (سکول) کالج یونیورسٹی میں اور درس گاہ سے باہر بھی طالبان علم سے گفتگو کرتے ہوئے شائستہ لہجہ اختیار کرنا چاہیے۔ بعض اساتذہ اپنے شاگردوں کو اذیت دینے والے، اے چشمے والے! اے زلفوں والے اور اے کالے! وغیرہ جیسے الفاظ سے پکارتے ہیں۔ اس طرح اُن کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ نہایت مذموم طریقہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس عمل سے منع فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُوا قَوْمًا مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللِّغَابِ بِغَدِ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. (سورہ الحجرات: 11)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں کے ساتھ پکارو ایمان کے بعد برا کام فسق ہے اور جس نے توبہ نہ کی سو وہی اصل ظالم ہیں۔“

اس سلسلے میں یہی طریقہ مفید ہے کہ پڑھائی کے دوران استاد اپنے شاگرد کو اس کے نام یا کنیت سے مخاطب کرے۔ طلبہ کو نام سے مخاطب کرنے سے ان میں سبق کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو آپ ﷺ کے اولین شاگرد تھے نام لے کر مخاطب فرماتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا أَبَا سَعِيدٍ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ. (صحیح مسلم: 1884)

”اے ابوسعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہے۔“

اسی طرح غیبت اور زبان کے دوسرے گناہوں سے بھی اجتناب کیا جائے۔

۳۔ علم سے آراستہ کرنے کا جذبہ پیدا کیجئے

استاد پر لازم ہے کہ وہ طالبان علم کو علم سے آگاہ کرنے میں بخل سے کام نہ لے، علم و دانائی کے بارے میں کچھ پوچھا جائے تو ضرور بتائے ورنہ گناہ گار ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلَيْهِ ثُمَّ كَتَمَهُ الْجَمْعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَلَغَمٍ مِّنْ نَّارٍ. (جامع ترمذی: 2649)

”جس سے اس علم کے بارے میں پوچھا جائے جو اسے حاصل ہے، پھر وہ اسے چھپائے (اور نہ بتائے) قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔“

علم دینے کے سلسلے میں صرف جذبہ کافی نہیں بلکہ اس کے لئے چند مزید بنیادی باتیں ضروری ہیں۔ استاد کے لئے ضروری ہے کہ اسے جو سبق اور جو مضمون پڑھانا ہو اس پر اسے کامل عبور حاصل ہو اس کے بارے میں طالب علم کے ذہن میں جو بھی اشکال یا سوال آسکتا ہو اس کا حل اس کے پاس موجود ہو۔ یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب معلم نے متعلقہ مضمون کا بھرپور مطالعہ اور تیاری

کی ہو۔ طالب علم استاد کے پاس امانت ہیں، لہذا مضمون کی بھرپور

تیاری نہ کرنا امانت میں خیانت ہے۔ بخوبی مطالعہ کے بعد استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے اظہار مافی الضمیر بیان کرنے اور مناسب وضاحت کرنے پر قدرت حاصل ہو یعنی جس مضمون کا اس نے مطالعہ کیا ہے اسے خوبصورت اسلوب اور دل نشین انداز میں طلبہ کے سامنے بیان کر سکے۔ اظہار مافی الضمیر کی صلاحیت سے مراد خطیبانہ انداز قطعاً نہیں ہے جو وعظ کی محفلوں، جلسوں اور

جمعہ کے خطبوں میں اختیار کیا جاتا ہے نہ اس سے ادیانہ اسلوب مراد ہے جس میں مترادفات، نکتہ راز اور تشبیہات کی بھرمار ہوتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ عام فہم اسلوب ہے جو علمی مضامین کی تفہیم میں بروئے کار آتا ہے۔ اسی طرح عمدہ تدریس کے لئے تنظیم و ترتیب بھی بہت ضروری ہے۔ مطلب یہ کہ آپ اپنا حاصل مطالعہ کیسے مرتب اور متوازن انداز میں پیش کریں جس سے سامع اور شاگرد کو فائدہ پہنچے۔ علاوہ ازیں شاگردوں کے معیار اور ذہنی سطح کو پیش نظر رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

۴۔ شاگردوں کو سبق آسان طریقے سے سمجھائیے

استاد کو چاہیے کہ سبق پڑھاتے وقت ایسی تقریر نہ کرے جو طالب علم کے فہم اور استعداد سے بالاتر ہو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ

استاد اور شاگرد دونوں کی اپنی اپنی جگہ جدا گانہ ذمہ داریاں ہیں۔ انہیں پورا کرنا ہر دو جانب کے فرائض میں شامل ہے۔ اگر ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کیا جائے تو پھر تعلیم بلاشبہ ضامن ترقی ہوتی اور فوز و فلاح کے برگ و بار لاتی ہے

فرماتے ہیں:

حَذِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتَرِيدُونَ أَنِّي تُكَذَّبَ اللَّهُ وَدُسُّوْهُ؟ (صحیح بخاری تعلیقاً: 127)

”لوگوں سے ان کی سمجھ اور استعداد کے مطابق حدیثیں بیان کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کر دی جائے؟“

۵۔ طالب علم کی حوصلہ افزائی فرمائیے

استاد کو چاہیے کہ اچھی تعلیمی کارگزاری اور درست جوابات دینے پر اپنے شاگردوں کی حوصلہ افزائی کرے اور ان کی ہمت بڑھائے۔

ایک دفعہ نبی ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تجھے معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آیت الکرسی نبی اکرم ﷺ نے خوش ہو کر ان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور

فرمایا:

لِيُثَبِّتَكَ الْعِلْمُ، أَبَا الْمُؤَذَّرِ (صحیح مسلم: 810)

”اے مؤذّر! تجھے علم مبارک ہو۔“

۶۔ استاد کو طالب علم کے حق میں دعا کرنی چاہیے

استاد کو طالب علم کے حق میں دعا کرنی چاہیے اور استاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے حق میں خیر و برکت اور توفیق و دانائی کی دعا کرتا رہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا گئے۔ میں نے آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی لا کر رکھ دیا۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو فرمایا: پانی کس نے رکھا؟ جب آپ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ فَفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ. (صحیح بخاری: 143)

”اے اللہ! اسے دین کی گہری سمجھ دے۔ اللہ! اسے کتاب (قرآن) کا علم عطا کر دے۔“

۷۔ طالب علم جواب نہ دے سکے تو استاد کو بتادینا چاہیے

جب استاد کلاس روم میں شاگردوں سے سوالات پوچھتے اور طالب علم درست جوابات دیں تو ان کی حوصلہ افزائی کرے اور شاباش دے۔ اگر وہ (طالب علم) جواب نہ دے سکے تو پھر استاد خود صحیح

جواب بتادے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے وہ درخت کون سا ہے؟

اس سوال پر لوگ جنگل کے مختلف درختوں (کی بحث) میں پڑ گئے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہی ہمیں بتادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ کھجور کا درخت ہے۔“

(صحیح بخاری: 62، 131)

اس حدیث مبارکہ کی رو سے اساتذہ کرام کو بھی طلبہ کے صحیح جواب نہ دینے کی صورت میں از خود صحیح بات بتادینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

مٹی کے کھلونے ہیں سارے یہ کفر کے لشکر کپھو بھی نہیں

مقبوضہ وادی میں قابض فوج کا مورال...

اعصابی تناؤ، کرپشن، سیکنڈ لائز اور حریت پسند مجاہدین کا خوف... ہندی فوج وادی میں ٹھہر نہیں پائے گی۔ ان شاء اللہ

96 فوجی اپنے ہی ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔ 2010 میں 115 اور 2011 میں 102 ہلاک موت کی آغوش میں چلے گئے۔ سال 2012 کے ابتدائی مہینوں یعنی اپریل کے اختتام تک ایسے 26 واقعات پیش آئے۔

ان اعداد و شمار کو دیکھ کر بھارتی حکومت کو یہ تشویش لاحق ہوگئی ہے کہ جموں و کشمیر میں تعینات فوجی وہاں کے حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے خودکشی کو کیوں ترجیح دے رہے ہیں؟ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ بھارتی فوج کے اتنے ہلاک دشمن کی گولی سے شاید ہلاک نہیں ہوئے جتنے گولی کے گلنے کے بارے میں سوچ کر خودکشی کر رہے ہیں۔ دنیا بھر میں مسلح افواج میں خودکشی کرنے والے فوجیوں کی تعداد کے حوالے سے بھارت پہلا ملک بن گیا ہے۔ بھارتی حکام اور ماہرین فوجیوں کی اس خودکشیوں اور اپنے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔

تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ ذہنی دباؤ خودکشی کا باعث بنتا ہے۔ کئی فوجی یہ دباؤ جھیل جاتے ہیں اور کئی فوجی اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ انڈین آرمی کے اصول کے مطابق ایک آرمی یونٹ کو تین سال کی ڈیوٹی پر کشمیر بھیجا جاتا ہے اور اگلے ٹور سے پہلے دو سال کا وقفہ دیا جاتا ہے۔ کشمیر میں ڈیوٹی کے دوران بہت کم سپاہی سالانہ تیس اتفاقی چھٹیاں حاصل کر پاتے ہیں۔ آپریشن کے دوران یہ فوجی مسلسل تین روز تک ڈیوٹی کی حالت میں رہتے ہیں اور عام دنوں میں سپاہیوں سے دن میں دو دفعہ دو گھنٹوں کی اضافی ڈیوٹی لی جاتی ہے۔

طویل عرصے تک گھروں سے دوری، ازدواجی پریشانی، بچوں کا مستقبل اور تعلیم، سینئرز کا گھٹیا سلوک جیسے مسائل فوجیوں کے اعصابی تناؤ کے اضافے میں کردار ادا کر رہے ہیں۔ سب سے بڑھ کر ماہر نفسیات کے مطابق ”War-fatigue“ جنگ کی تھکان کی وجہ سے فورسز میں نفسیاتی تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں جس

کیپ سے یہ اطلاعات بھی سامنے آئیں کہ فوجی جوانوں نے نہ صرف کیپ میں موجود بھاری ہتھیار جن میں کبوتر بند گاڑیاں اور ٹینک شامل ہیں اپنے قبضے میں لے لیے بلکہ اسلحہ کے علاوہ چھریاں، تلواریں اور ڈنڈے لے کر اپنے افسروں کو تلاش کر رہے تھے۔

ان واقعات سے بھارتی فوج کے ذہنی دباؤ کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ بھارتی وزیر دفاع لوک سبھا میں اعداد و شمار ارکان اسمبلی کے سامنے رکھتا ہے ان کے مطابق 25000 فوجی جس میں جونیئر آفیسر اور اور فوجی جوان شامل ہیں پچھلے تین سالوں

میں وقت سے پہلے فوج کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ بھارتی وزیر دفاع اے کے اتھوٹی کہتا ہے 1999 میں کارگل کی جنگ میں 530 جوان ہلاک ہوئے جبکہ خودکشی کے واقعات میں 1362 اور اپنے

ابھی بھارت کے دفاعی معاہدے میں نئے سیکنڈل کا انکشاف ہوا ہے جس میں وزارت دفاع کے حکام نے اطالوی کمپنی سے 12 کوسٹا ہیلی کاپٹر کی خریداری میں 362 کروڑ روپے رشوت وصول کی

ساتھیوں کو مارنے کے واقعات میں 83 فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ بھارتی بحریہ میں خودکشی کے 27 واقعات پیش آئے۔ جہاں تک بھارتی فضائیہ کی بات ہے، گزشتہ 12 سالوں میں 253 فوجی خودکشی اور 3 اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ 2002 میں آرمی کے 80 فوجی باہمی رنجش کی بنا پر مارے گئے اور 17 نے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ 2003 میں تناسب کم رہا جس میں 93 فوجیوں نے خودکشی کی۔ 2004 میں 100 فوجیوں نے خودکشی کی۔ 2005 میں خودکشی کے 77 واقعات سامنے آئے۔ 2006 میں 126 اور 2007 میں 118 واقعات منظر عام پر آئے۔ 2008 میں 123 اور 2009 میں

گیدڑ کی موت آئے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے۔ بھارتیوں پر موت آئی تو انہوں نے ریاست جموں و کشمیر پر قبضہ کی ٹھانی۔ اب مسئلہ کشمیر برہمن کے گلے کی ایسی ہڈی بن چکا ہے جسے وہ اگل سکتا ہے نہ نگل سکتا ہے۔ اگلتا ہے تو موت ہے اور نگل تو سکتا ہی نہیں۔ 65 سال سے کشمکش کی کیفیت ہے۔ کشمیریوں پر قابو پانے کے لیے وہ پورا زور لگا چکا ہے۔ اس زور آزمائی میں ہندو لالے نے ہر تدبیر آزمائی ہے لیکن تحریک کشمیر کو باہیا نہیں جاسکا۔

کسی جنگ کوڑنے کے لیے جہاں فوج کی تعداد، خوراک اور جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت ہوتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر ہمت و حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بل بوتے پر فوجیں دشمن سے لڑتی ہیں۔ اگر اعصاب مضبوط ہوں تو دنیا میں کتنی ہی مثالیں موجود ہیں کہ قلیل تعداد اور کم وسائل رکھنے والوں نے بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دے دی۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو اسلحہ کے انبار اور ٹیکنالوجی میدان میں کچھ کام نہیں کر سکتی۔ کچھ ایسی ہی

صورت حال انڈین آرمی کی جموں و کشمیر میں ہے۔ بھارت کی کل فوج 22 لاکھ ہے جس میں سے 8 لاکھ کشمیر میں مصروف عمل ہے۔ آئیے! دیکھتے ہیں کہ کس طرح وسائل اور ٹیکنالوجی کے باوجود ان کو شکست اور ہزیمت کا سامنا ہے جس

کے نتیجے میں بھارتی سینا میں طرح طرح کے رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں۔

بھارتی فوج میں لڑائی بھگڑے، خودکشی اور آفیسروں کے خلاف بغاوت اب ایک معمول بن چکا ہے۔ آئے روز بھارتی اخبارات ایسی خبروں سے بھرے ہوتے ہیں جن میں بھارتی فوجیوں کی خودکشی اور اپنے ہی ساتھیوں کو ہلاک کر دینے کے واقعات شامل ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ سینئرز کے ہاتھوں تذلیل اور جونیئرز کا اپنے افسروں پر تشدد، مار پیٹ بھی عام بات ہے۔ یہاں تک کہ ایک فوجی کیپ میں افسروں اور جوانوں کے مابین لڑائی ہوئی اور افسروں کو جانیں بچا کر کیپ سے بھاگنا پڑا۔ ایک

کی وجہ سے وہ جلد مشتعل ہو جاتے ہیں اور کچھ بھی کر بیٹھتے ہیں۔ ایک اعلیٰ فوجی عہدیدار کا کہنا ہے کہ کسی بھی جنگ زدہ علاقے میں طویل عرصہ تک تعینات رہنے کے سبب فورسز کے جوانوں میں چڑچڑاہٹ پیدا ہو جاتا ہے۔ یونٹوں سے باہر حریت پسندوں سے پنجہ آزمائی اور بیرونیوں میں اپنے افسروں سے ڈانٹ ڈپٹ انہیں تیزی سے مایوسی کی گہری کھائی کی طرف دھکیل رہی ہے اور اپنے غم کو بھلانے کے لیے شراب کا بے تحاشا استعمال اور اکثر و بیشتر نشے میں دھت ہو کر اپنے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا اس کا رد عمل ہے۔

بھارتی فوجیوں کا یہ ذہنی دباؤ حکومت کے لیے درد سر بن چکا ہے۔ اس کو کم کرنے کے لیے مختلف حیلے اور حربے استعمال کیے جا رہے ہیں جن میں ابھی تک ناکامی کا ہی سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ فوجیوں کی تفریح کے لیے پچھلے سال فلمی اداکاروں کو مدعو کیا گیا تھا تاکہ فوجیوں کا ذہنی تناؤ کم ہو۔ اس کے علاوہ فوجیوں میں خودکشی کے رجحان کو کم کر کے ذہنی دباؤ کم کرنے کے لیے ”نجنی“ کے نام سے پروجیکٹ کا آغاز کیا گیا ہے جس کے تحت الہکاروں کی کونسلنگ کر کے ذہنی دباؤ کم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حال ہی میں ہر فوجی دستے کے ساتھ ایک کونسلر کی تعیناتی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر پچاس کونسلرز کی خدمات لی جائیں گی جن میں سے چالیس کشمیر میں بھیجا جائے گا۔ سائیکالوجسٹ بھی چھاؤنی میں تعینات کیے جا رہے ہیں۔ جو فوجیوں کو ورزش اور یوگا کروائیں گے۔ سینٹرل ریسرچ پولیس فورس کے پبلک

رہلیشن آفیسر بھارتی پانچویں کا کہنا ہے کہ ”یوگا فوجیوں میں حیران کن تبدیلیاں پیدا کرے گا۔“ اس نے مزید کہا ہے کہ شدید ترین حالات آپ اپنے دماغ کو قابو میں رکھ سکتے ہیں اور یوگا کے ذریعے ذہنی طور پر ان سے نکلنے میں مدد ملے گی۔

اس کے علاوہ پاکستان کو تخیر کرنے کے خواب دیکھنے والی بھارتی فوج کرپشن کی لت میں بری طرح مبتلا ہو چکی ہے۔ اس کے عام سپاہی سے لے کر جنرل تک بدعنوانی کی دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جہاں بھی کرپشن کرنے کا موقع ملتا ہے بھارتی خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے۔ غیر جانبدار بھارتی دفاعی مبصرین نے از خود اعتراف کیا ہے کہ راشن سکینڈل، ہلکے سکینڈل اور اسرائیل سے دفاعی سسٹم ”براک“ کی خریداری میں خورد برد اہم واقعات ہیں۔ تاہم سکینڈل میں جٹ دھری دکھانے میں سابق وزیر دفاع جارج فرنانڈس سب سے آگے ہیں۔ کارگل جنگ سے مالی فائدہ اٹھانے والوں میں سرفہرست جارج فرنانڈس ہی ہیں۔ جس نے

کارگل جنگ میں ہلاک ہونے والے فوجی افسروں کے لیے درآمد کیے گئے سکیل کے تابوتوں تک پر کمیشن کمایا۔ اس کمیشن کی ترغیب دینے والے اعلیٰ فوجی افسران نے بھی خوب کمائی کی۔ تابوت سکینڈل کی تحقیقات کے دوران جارج فرنانڈس نے اہل کے ایڈوائس سے کہا تھا کہ اگر بی جے پی نے کھل کر ان کا دفاع نہ کیا تو وہ عدالت میں پردہ نشینوں کے نام بھی بے نقاب کر دیں گے۔ اس لیے سابق وزیراعظم اٹل بھاری واجپائی نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ گڑھے میں مردے نہ اکھاڑے جائیں ورنہ فورس سکینڈل میں اتنا دم ہے کہ وہ کانگریس کی حکومت کو بھی گرا سکتے ہیں۔

ذرائع کا کہنا ہے کہ بھارتی فوجی افسران جنگل میں آگ لگانے کی آڑ میں سالانہ اربوں روپے کی لکڑی ناجائز طور پر فروخت کر رہے ہیں اور لاکھوں کمارہے ہیں۔ یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر مقبوضہ جموں و کشمیر کے جنگلوں میں ہی کیوں آگ لگتی ہے؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ علاقے کے درختوں کی بیش بہا قیمتی لکڑی کو بیچنے کے لیے فوجی کمائندروں کے ٹبر مافیہ سے قریبی روابط ہیں۔ ابھی بھارت کے دفاعی معاہدے میں نئے سکینڈل کا انکشاف ہوا ہے جس میں وزارت دفاع کے حکام نے اطالوی کمپنی سے 12 کوسٹا نیلی کاپڑ کی خریداری میں 362 کروڑ روپے رشوت وصول لی۔ اس سارے کیس میں انگلیاں سابق

بھارتی فوجیوں کا یہ ذہنی دباؤ حکومت کے لیے درد سر بن چکا ہے
اس کو کم کرنے کے لیے مختلف حیلے اور حربے استعمال کیے جا رہے ہیں
جن میں ابھی تک ناکامی کا ہی سامنا کرنا پڑ رہا ہے

بھارتی ایئر چیف مارشل ایس پی تپا کی جانب اٹھ رہی ہیں جو اس وقت بھارتی فضائیہ کے سربراہ کی حیثیت سے ذمہ داریاں سر انجام دے رہے ہیں۔ بھارتی فوج کشمیر میں بوکھلاہٹ کا شکار ہے۔ رات کو نیند ہے نہ دن کو سکون ہوتا ہے۔ حریت پسندوں کی طرف سے ان پر حملہ ہوتا ہے تو یہ بغیر ہدف کے اندھا دھند فائرنگ کرتے ہیں۔ کتنی ہی بار ایسا ہوا کہ اگر رات کے پہلے پہر میں کیمپ پر حملہ ہوتا ہے اور حملہ کرنے والے اپنا کام کے بعد اپنی راہ ہوئے مگر جواب میں ڈر کے مارے ساری ساری رات آرمی ایندویشن ضائع کرتی رہتی ہے۔ اگر کوئی فدا کی کیمپ میں داخل ہو جائے تو یہ ان کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اپنا کیمپ چھوڑ دیتے ہیں اور مجاہد اسے مورچے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ بلاخر لڑائی کا خاتمہ کرنے کے لیے پورا کیمپ ہی اڑا دیا جاتا ہے۔ ان میں اتنی جرات نہیں ہوتی کہ کیمپ میں داخل ہو کر براہ راست مقابلہ کر سکیں۔

انڈیا اپنے دفاع پر بجٹ کا بہت بڑا حصہ خرچ کر رہا ہے اور اس کے لیے اس نے اسرائیل سے بھی تعاون حاصل کیا ہے۔ مجاہدین کا پتہ چلانے کے لیے نائٹ ویژن، سنٹرائٹ اور فضائیہ کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جو ٹیکنالوجی مجاہدین استعمال کر رہے ہیں اس سے انڈین فوجی جوان اور ان کے آفیسر مرے جا رہے ہیں کہ ان کے پاس جدید ٹیکنالوجی ہے، یہ گولگ ارتھ کا استعمال کر رہے ہیں جس کی وجہ سے حریت پسندوں کی دھاک ان کے اوپر بیٹھ گئی ہے۔

ان سے بڑھ کر ایک اور خوف جو انڈین آرمی اور حکومت کو کھائے جا رہا ہے وہ امریکہ کی افغانستان سے واپسی ہے۔ یہ تصور اب ڈراؤنا خواب بن کر بھارت کو ڈرا رہا ہے۔ بھارت اس بات سے سخت خوف زدہ ہے کہ امریکہ کے جانے کے بعد افغانستان میں اگر طالبان یا طالبان نواز کوئی اور حکومتی سیٹ اپ آ گیا تو مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے خلاف جاری تحریک زور پکڑے گی اور جو کچھ بھارت امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے موجودگی میں افغانستان میں کرتا رہا ہے، اس کا جواب کہیں افغانی مجاہدین مقبوضہ کشمیر میں نہ دینے آجائیں۔ امریکہ کا انخلا شروع ہو چکا ہے اور اس کا پہلا قافلہ روانہ ہو گیا ہے۔ بھارت کو اس بات کا بھی ڈر ہے کہ امریکہ اپنی جدید ٹیکنالوجی، بے پناہ سرمایہ اور نیٹو کے بہت بڑے اتحاد کے باوجود شکست سے دوچار ہے۔ مجاہدین نے بارہ سالوں میں اس کا بھرکس نکال دیا ہے۔ جن مجاہدین نے اتنے بڑے اتحاد کو شکست دے دی ان کے لیے بھارت کو شکست سے دوچار کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

میر واعظ عمر فاروق بیان دیتے ہیں کہ بھارت کو چاہیے کہ وہ اپنی فوجیں پر امن طریقے سے کشمیر سے نکال دے ورنہ پھر طالبان آگئے تو کوئی طاقت ان کو روک نہیں سکی گی۔ بھارت کو نوشتہ دیوار پر لہنا چاہیے کہ اب کشمیر کو چھوڑنے کا وقت آ گیا ہے۔ جلتی پر تیل افضل گورو کی شہادت نے ڈالا ہے۔ ان کی پھانسی کے بعد پورے کشمیر میں بھارتی فوج کو کر فیولگانا پڑا لیکن اس کے باوجود موت کے منڈلاتے سایوں میں کشمیری گھروں سے نکلے اور پوری وادی ”آزادی، آزادی“ کے نعروں سے گونج اٹھی۔ اس شہادت نے تحریک میں ایک نئی روح پھونک دی۔ جس کا مقابلہ کرنے سے انڈین آرمی معذور ہے۔ ظلم آخر ظلم ہوتا ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ کشمیریوں کی لاکھوں شہادتیں اور قربانیاں لازمی طور پر رنگ لائیں گی جس کے نتیجے میں انڈین آرمی اس وادی میں نہیں ٹھہر سکی گی۔ (ان شاء اللہ)

خون شیدوں کا کب رائیگاں جائے گا.....؟



افضل گورو کی شہادت

بھارت نے ایک کشمیری نوجوان کو شہید کر کے تحریک آزادی کی کامیابی پر مہر ثبت کر دی

9 فروری کا چڑھتا ہوا سورج اپنے ساتھ کشمیری رہنما افضل گورو کی شہادت کی خبر لایا۔ جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے بھارت نے آخر اپنی ہی مرضی چلائی لیکن بھارت کو یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیے تھی کہ آج سے کچھ سال پہلے جب ایک کشمیری رہنما مقبول بٹ کو پھانسی دی گئی تو اس کا نتیجہ کیا نکلا تھا؟ آج تک بھارت اپنی غلطی کو سدھار نہ پایا کہ ایک اور شہادت..... اے بزدل بھارتی حکمرانوں! کیا تم نہیں جانتے کہ کشمیری اپنے شہیدوں کو نہیں بھلاتے۔ کشمیری قوم قربانیاں دینا جانتی ہے اور وہ اپنے پیاروں کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے قربانیاں دیتی رہے گی۔ ایسی قربانیاں تو اللہ پاک کو بھی بہت محبوب ہوتی ہیں جو اپنی آزادی کی جنگ لڑتے ہوئے اللہ کی راہ میں دی جائیں۔ وہ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے رستے میں شہادت کے درجے پر فائز کرتا ہے۔ ایسا ہی ایک اور خوش قسمت اپنی منزل مراد کو پا گیا جسے تاریخ ہمیشہ افضل گورو شہید کے نام سے یاد کرتی رہے گی۔

افضل گورو شہید کے بارے میں مزید بات کرنے سے پہلے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ افضل گورو کون تھا؟ کیا کرتا تھا.....؟ اور بھارت ان کی شہادت کے بعد دنیا کے سامنے کیا جواز پیش کرتا ہے.....

افضل گورو کشمیر کے علاقے سوپور کا رہنے والا ایک لائق اور تعلیم یافتہ نوجوان تھا۔ افضل کے ہم جماعتوں کا کہنا ہے کہ وہ سکول کی تقریبات میں اس قدر سرگرم تھے کہ انہیں ہندوستان کے یوم آزادی کے موقع پر ریڈ کی قیادت کے لیے خصوصی طور پر چنا گیا۔ افضل نے 1986ء میں ایک مقامی سکول سے میٹرک کیا۔ ہارکینڈری کے لیے سوپور کے مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ میں داخلہ لیا۔ ایف ایس سی کے بعد میڈیکل کالج میں داخلہ لیا اور اپنے والد محترم

کے دیکھے گئے خواب کو عملی تعبیر دینے کی کوششوں میں لگ گیا۔

1990ء میں جب کشمیر میں مسلح مزاحمت شروع ہوئی تو افضل ان دنوں (MBBS) کے تھریڈ ایر میں تھا۔ اسی دوران سری نگر کے نواحی علاقے چھانہ پور میں بھارتی فوج نے کریک

شاز یہ اکرم دیپالپور

ڈاؤن کے دوران متعدد دھوا تین کے ساتھ زیادتی کی وارداتیں کیں۔ اپنی کشمیری بہنوں کی بے بسی اور لاچارگی کو دیکھتے ہوئے افضل گورو نے اپنا MBBS درمیان میں چھوڑا اور آزادی کی تحریک میں شامل ہو گیا۔ تحریک آزادی میں شامل ہونے کے بعد اس مرد مجاہد کو جیلوں میں گھسیٹا گیا بارہا تشدد کا نشانہ بنایا گیا لیکن وہ جدوجہد کرتا چلا گیا۔

افضل گورو کے بڑے بھائی احمد گورو نے ایک دفعہ انٹرویو

یہ ایک ایسا عجیب و غریب مقدمہ تھا جس کا کوئی عینی شاہد بھی عدلیہ کو میسر نہ تھا۔ محض حالات کی گواہی اور ظلم و جبر کے ذریعے حاصل کیے گئے اعتراف کی بنیاد پر بھارتی عدلیہ نے کشمیر کے ایک نوجوان کو تختہ دار پر چڑھایا

میں بتایا کہ افضل بہت شرمیلا تھا۔ جب میں نے سنا کہ افضل بھی ڈاکٹری کی ڈگری چھوڑ چکا تو میں نگر مند ہو گیا۔ میں نے پوچھا کہ تو نے ڈاکٹری کی ڈگری کیوں چھوڑی؟ تو افضل نے سر بیگر کے علاقے چھانہ پورہ میں انڈین فوج کے ہاتھوں اجتماعی زیادتی کا واقعہ سنایا۔ اس واقعے نے اسے عسکریت کی راہ دکھائی۔ بھارتی قبضے کے خلاف جدوجہد کرتا رہا لیکن پھر اس نے ہندو رکھ دی اور پرامن زندگی گزارنے کے لیے میڈیسن کا کاروبار کرنے لگا۔ اپنا MBBS تو ادھورا چھوڑا تھا لیکن بعد میں اکناکس میں ایم اے

کر لیا مگر ایک پرامن شہری ہونے کے باوجود آئے روز گرفتاری، تارچر سے پیچھا نہ چھوٹنے پایا۔ افضل گورو کی عسکریت پسندی، اس کا پرامن زندگی کی طرف واپس آنا اور پھر انہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزرتے ہوئے پھانسی کے پھندے تک لے جانا بھارت کی ریاستی دہشت گردی کی بدترین مثال ہے۔ بھارتی پولیس اور انٹیلی جنس اداروں نے نہ جانے کس بنیاد پر ان چکروں میں دہشت گردی کی سازش تلاش کر لی جو چکر وہ دلی اپنے کاروبار کے سلسلے میں لگایا کرتا تھا۔ 13 دسمبر 2001ء کو جب پارلیمنٹ حملہ ہوا تو وہاں کوئی افضل گورو موجود نہ تھا۔ اس روز افضل دلی میں نہیں بلکہ مقبوضہ کشمیر کے شہر سوپور میں تھا۔

مگر اس حملے کے بعد اسے گرفتار کر لیا گیا بغیر کسی گواہ و ثبوت کے اور پھر پھانسی کی سزا دی۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ افضل کے خلاف براہ راست کوئی ثبوت اور گواہی نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ ان حملوں میں شامل تھا مگر مفروضوں کی بنیاد پر اسے واقعاتی گواہوں سے سزا سنائی گئی۔

جمہوریت کے دعوے دار بھارت نے آخر کس بنیاد پر ایک پرامن شہری کو مجرم بنا چھوڑا۔ محمد افضل کی گرفتاری کے بعد اسے کسی قسم کی صفائی پیش کرنے کا موقع بھی فراہم نہ کیا گیا۔

جمہوریت کے دعوے دار بھارت کا عدالتی نظام اس قدر کمزور اور کرپٹ ہو چکا ہے کہ ایک شخص کو بغیر ثبوت کے عدالت کے کمرے میں لا کھڑا کرتے ہیں، اور پھر اس ملزم کو صفائی اور اپنے دفاع کا حق بھی نہیں دیتے۔

دنیا بھر کے اہل انصاف نے اس قتل کو عدالتی قتل قرار دیا۔ محض فرضی جہادی پس منظر کی بنیاد پر کسی کو تختہ دار پر لٹکانا دنیا کس قانون میں لکھا ہے؟

باقی صفحہ 15 پر

طلباء سٹارٹر

بلال غزنوی

صاف پانی، بیت الخلاء، بجلی اور چار دیواری سے محروم ہیں۔ جبکہ سرکاری کالج اور سکولز میں بڑی تعداد میں اساتذہ و دیگر عملے کی آسامیاں بھی خالی ہیں ان فنڈز کو اس مد میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حکومت پنجاب کو چاہیے کہ بقیہ فنڈز کا جلد سے جلد اجراء کرے تاکہ یہاں بنیادی تعلیمی سہولیات فراہم کی جاسکیں۔

کتابیں نہیں بندوقیں.....!
کراچی کی لائبریری میں پیرالمٹری فورسز نے قبضہ جمالیا



بلوچ رہنما اکبر بگٹی کے سوئم کے وقت کراچی کے علاقے گولیمار میں موجود لائبریری نذر آتش کر دی گئی تھی۔ حکومت کی طرف سے وعدہ کیا جاتا رہا کہ اس لائبریری کے لیے فنڈز جاری کیے جائیں گے اور اس کو دوبارہ تعمیر کیا جائے گا لیکن یہ وعدے تاحال وفا نہ ہو سکے۔ ان کتابوں کی جگہ اب بندوقوں نے لے لی ہے۔ قیام امن کی خاطر پیرالمٹری فورسز نے پہلے تو یہاں ایک چوکی بنائی اور پھر پھر آہستہ آہستہ پوری لائبریری پر قبضہ جمالیا ہے۔ شاہ عبدالطیف بھٹائی لائبریری جو ہزاروں کتب کا مرکز تھا ایک بہت بڑی لائبریری تھی اب وہ صرف پیرالمٹری کے ریجنل ہیڈ کوارٹر کے طور پر کام کر رہی ہے۔

ایک میڈیا رپورٹ کے مطابق پورے کراچی شہر میں صرف 60 پبلک لائبریریاں ہیں۔ جو اتنی بڑی آبادی کے لیے انتہائی کم ہیں۔ اس صورتحال میں بھی موجودہ لائبریری کو ختم کرنا انتہائی افسوسناک ہے۔

مقامی لوگوں کا یہ پرزور مطالبہ ہے کہ اس لائبریری کو جلد از جلد بحال کیا جائے اور اس سہولت کو شہریوں کے لیے عام کیا جائے۔

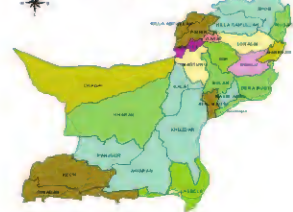
سلیکشن میرٹ میں کمی.....!

LUMS کے ٹیسٹ میں حکومتی مداخلت



لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز کے تحت ایک ٹیسٹ منعقد کیا گیا جس میں کامیاب ہونے والے امیدواروں نے بیرون ملک مختلف مالیاتی و کاروباری فنود میں پاکستان کی نمائندگی کرنا تھی۔

محرومیوں کی داستان طویل تر.....!
بلوچستان میں 34 فیصد بچے سکول جانے سے محروم



صوبہ بلوچستان معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ پورے ملک کو معدنی وسائل فراہم کرنے کے باوجود یہاں کے لوگ وسائل سے محروم ہیں۔ کچھ یہی حال یہاں تعلیم کا ہے۔ محکمہ تعلیم بلوچستان کی طرف سے مرتب کی جانے والی ایک رپورٹ کے مطابق بلوچستان میں 34.1 فیصد بچے ایسے ہیں جو سکول نہیں جاتے۔ یہ رپورٹ کوئٹہ میں منعقد ہونے والے ایک سیمینار میں پیش کی گئی۔ لیکن اگر بلوچستان کی صورتحال پر نظر دوڑائی جائے تو تعلیم سے محروم بچوں کی اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ نظر آتی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس صوبے میں تعلیم کے فروغ کے لیے اقدامات کرے اور بچوں کو سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرے۔

اس رپورٹ میں مزید یہ بھی بتایا گیا کہ پورے صوبہ بلوچستان میں صرف 9.6 فیصد سرکاری سکولوں میں کمپیوٹر لیب کی سہولت موجود ہے۔ جبکہ نجی سکولوں میں یہ شرح 58.3 فیصد ہے۔ حکومت کو اس صوبے میں محبتوں کو فروغ دینے اور احساس کمتری کو ختم کرنے کے لیے اس معاملے پر فوری توجہ دینی چاہیے۔

سرکاری سکولوں کا 68 فیصد بجٹ جاری نہ ہو سکا.....!



حکومت پنجاب نے رواں مالی سال 2012-13 میں تعلیم کے لیے 15 بلین روپے مختص کیے تھے۔ جو سرکاری سکولوں میں ترقیاتی کاموں کی مد میں خرچ ہوتا تھا لیکن اس مالی سال کے سات ماہ گزر جانے کے باوجود اس فنڈ سے محض 32 فیصد رقم کا اجراء ہو پایا ہے۔ یعنی 15 بلین روپے میں سے صرف 4.8 بلین روپے تعلیم کی ترقی کے لیے جاری کیے گئے ہیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق پنجاب کے 10 فیصد سے زائد سکول بنیادی سہولیات مثلاً پینے کا



زندگی متاثر ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی کے افراد متاثر ہوئے ہیں وہاں طلباء کی بھی ایک بڑی تعداد ان سے شدید متاثر ہوئی ہے۔ فائنا میں موجود طلباء کی طرف سے یہ مطالبہ سامنے آیا ہے کہ کزشتہ دہائی میں فوج کے آپریشن کی وجہ سے متعدد طالب علم متاثر ہوئے ہیں لہذا وفاقی حکومت کو چاہیے کہ ان متاثرہ طالب علموں کے لئے ملک بھر کی یونیورسٹیوں میں مخصوص کونے کا اعلان کرے تاکہ ان طلباء کا تعلیمی سفر جاری رہ سکے اور ان کا مستقبل تباہ ہونے سے بچ جائے اور وہ بھی ملکی ترقی میں حصہ دار بن سکیں۔

محکمہ تعلیم کی غفلت.....!

پانچویں کے امتحانات میں بچے ٹامک ٹوئیاں مارنے پر مجبور



پنجاب ایگزامینیشن کمیشن کے تحت منعقد ہونے والے پانچویں جماعت کے امتحانات میں بے پناہ غلطیاں سامنے آئیں ہیں۔ ان میں سرفہرست آؤٹ آف سلیٹس سوالات ہیں۔ سوالیہ پرچے میں ایسے سوالات بھی شامل کیے گئے ہیں جو بچوں کے پانچویں کے نصاب میں شامل ہی نہیں تھے۔ بچوں کے معاشرتی علوم کا پرچہ آدھے سے زیادہ آؤٹ آف سلیٹس تھا جس کی بنیاد پر کئی سینٹروں میں والدین اور بچے سراپا احتجاج بن گئے۔ امتحانی نگرانوں اور اساتذہ نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ بچوں کے ساتھ ظلم ہے جبکہ ریاضی کے سوالیہ پرچے میں ٹیکنیکی خامیوں کی بناء پر بچے جوابی کاپی پر غلط نشانات لگانے پر مجبور ہو گئے۔

حکومت کی طرف سے محض ایک دوسرے پر الزام تراشیاں کی جارہی ہیں جبکہ اسی ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے امسال بھی سینکڑوں اسکولوں نے پانچویں کے امتحانات کا بائیکاٹ کیا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اداروں میں الزام تراشی کی بجائے کوشش کرے۔ فوری طور پر اقدامات کرے اور ان امتحانات کا معیار بہتر بنائے تاکہ بچوں کا تعلیمی حرج نہ ہو۔

یونیورسٹی کی طرف سے اس میں کم از کم 60 فیصد نمبر حاصل کرنا ضروری تھا لیکن حکومت کے دباؤ پر یہ اہلیت 40 فیصد کر دی گئی۔ جس وجہ سے بہت سے نا اہل امیدوار بھی اہل قرار پائے۔

یوں امتحان میں شریک ہونے والے 278 امیدواروں میں سے 206 افراد نے امتحان پاس کر لیا۔ یہاں پھر حکومت کی طرف سے مداخلت کی گئی اور اپنی مرضی کے افراد کا چناؤ کیا گیا۔ اس مقصد کے لیے وفاقی وزیر امین فہیم کی زیر صدارت ایک انٹرویو پینل بنایا گیا جس نے کامیاب ہونے والے امیدواروں کے انٹرویو کیے۔ ان میں سے اپنی مرضی کے امیدواروں کو منتخب کیا۔ ان منتخب ہونے والے امیدواروں میں سے کسی کے حاصل کردہ نمبر بھی ظاہر نہیں کیے گئے۔

اسی یونیورسٹی کے پروفیسر جنہوں نے اس امتحان کی نگرانی کی، ان کے بقول جب ہم نے 2005ء میں اس امتحان کا انعقاد کیا تھا تو اس وقت ہم نے تمام امیدواروں کے نمبر ظاہر کیے تھے اور اہلیت کم از کم بھی 60 فیصد تھی لیکن اب یہ اہلیت بھی حکومت کے کہنے پر 40 فیصد کر دی گئی ہے۔ مزید یہ کہ ہم نمبر بھی ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ یہ حکومت کی طرف سے ہمیں ایسا ہی کرنے کا کہا گیا ہے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی ذرخیز ہے ساقی.....!

سرسید یونیورسٹی کے طلباء کا شمسی توانائی سے چلنے والی کار بنانے کا دعویٰ



سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، کراچی کے طلباء کی طرف سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ان کے گروپ کامیابی سے نے ایسی کار بنائی ہے جو شمسی توانائی کی بنیاد پر چلے گی۔ یہ دعویٰ طلباء کے ایک گروپ نے کیا جو اپنے ایک پروفیسر کی زیر نگرانی سولر پراجیکٹ میں مصروف تھے۔ ان طلباء کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس کار میں مزید محنت اور تبدیلیوں کے بعد یہ رات میں بھی سفر کے قابل ہو سکے گی۔

ہم بھی پاکستانی ہیں.....!

فائنا کے طلباء کی طرف سے کوٹہ حاصل کرنے کی درخواست



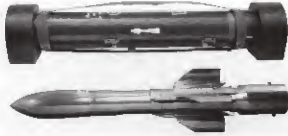
فائنا پاکستان کا وہ علاقہ جہاں آئے روز ڈرون حملوں اور فوجی آپریشنز کی وجہ سے معمولات

آزادی کی مسلح جدوجہد کی مزید فعالی کی صورت میں سامنے آئیں گے۔ واضح رہے کہ بھارت میں بھارتی کی سزا کو غلامانہ قرار دے کر ختم کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور گزشتہ دس سالوں میں بڑے بڑے مجرموں کو یہ سزا نہیں دی گئی، سوائے اجمل قصاب اور افضل گورو کے۔ یہ عمل یقیناً اہل کشمیر اور مسلمانوں کے لیے واضح دشمنی کا پیغام ہے۔

بھارت کا جوش مارتا جنگی جنون

روس اور فرانس کے بعد امریکہ سے 1.8 ملین ڈالر کے

ٹینک شکن میزائلوں کی خریداری



بغل میں چھری منہ میں رام رام کے صحیح نمائندے بھارت کا جنگی جنون عروج پر ہے۔ روس اور فرانس سے لڑا کا جہازوں، جنگی بحری جہازوں اور میزائلوں کی خریداری کے بعد اب امریکہ سے ہتھیاروں کا سودا کرنے جا رہا ہے۔ بھارت اپنی فوج کو ہتھیاروں سے مسلح کرنے کے لیے امریکہ سے ایک کھرب 80 ارب ڈالر مالیت کے ٹینک شکن گائیڈڈ میزائل خریدے گا۔ جس سے دشمن کو اڑھائی ہزار کلو میٹر دور سے نشانہ بنایا جاسکے گا۔ اس کے علاوہ بھارت اس وقت 5 ہزار کلو میٹر کی رینج پر پانی سے خشکی پر مار کرنے والا میزائل ”آگنی 6“ کی تیاری پر بھی کام کر رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ بھارت جو خطے میں امن اور پاکستان سے دوستی کی باتیں کرتا ہے۔ اس کی تیاریاں کس مقصد کے لیے ہیں؟ جب کہ اس خطے بھارت کا سب سے بڑا ہدف پاکستان یا چین ہی ہو سکتے ہیں۔

کیا یہ دہشت گردی نہیں.....؟

امریکہ افغانستان میں ہزاروں افغانی بچوں کا قاتل

”ایک عالمی ادارے کی رپورٹ کے مطابق افغانستان میں امریکی فوج کے حملوں سے ہزاروں بچے شہید ہوئے۔ رپورٹ کے مطابق امریکی فوجی طالبان کو نشانہ بنانے کی آڑ میں احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کرتے اور طاقت کا اندھا دھند استعمال کرتے ہیں جس کی زد میں بچوں سمیت کئی بے

تمہارا شہر ہے، تمہی مدعی، تمہی منصف!!

افضل گورو کو شہید کر دیا گیا



بھارت نے دہلی کی تہاڑ جیل میں 11 برس سے قید سو پور کے رہائشی افضل گورو کو پھانسی دے کر شہید کر دیا۔ افضل گورو پر بھارتی حکومت نے 2001ء میں بھارتی پارلیمنٹ پر ہونے والے حملے کی منصوبہ بندی کا الزام لگا کر قید کر لیا تھا۔ خاموشی سے پھانسی کے بعد افضل گورو کو تہاڑ جیل میں ہی دفن کر دیا گیا۔ اس پھانسی کے بعد بھارتی حکومت نے احتجاجی مظاہروں کے ڈر سے مقبوضہ وادی میں کرفیو لگا دیا۔ جبکہ افضل گورو کے اہل خانہ کی طرف سے لاش کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا جسے پورا کرنے سے بھارت خائف ہے۔

بھارت نے افضل گورو کے کیس کے قانونی تقاضے بھی پورے نہیں کیے گئے۔ مرضی کا وکیل فراہم کیا گیا اور نہ ہی وکیل کی استغاثہ سے ملاقات کروائی گئی۔ بھارتی حکمران جماعت کانگریس نے افضل گورو کو محض اپنے سیاسی فائدے کی آڑ میں تختہ دار پر لٹکا کر کشمیریوں سے اپنی دشمنی کو پھر عیاں کر دیا جیسا کہ اس کیس پر عدالت کے فیصلے کی عبارت سے صاف ظاہر ہے ”اگرچہ افضل گورو کے خلاف پارلیمنٹ پر حملے میں ملوث ہونے کا کوئی براہ راست ثبوت نہیں تاہم ہندوستانی معاشرے کے اجتماعی ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے اسے پھانسی کی سزا دینا ضروری ہے۔“

بھارت کے اس شرمناک عمل کی انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے بھی سخت مذمت کی گئی ہے جن میں انیسٹی انٹرنیشنل، ہیومن رائٹس واچ، بھارت کی کمیونٹ پارٹی اور دیگر شامل ہیں۔ بھارت کے غیر جانبدار دانشوروں کے مطابق اس کیس نے ثابت کر دیا ہے کہ بھارت میں انصاف ناپید ہے۔

اس واقعہ سے مقبوضہ وادی میں سخت اشتعال کی کیفیت ہے۔ بھارت نے کشمیریوں کے اعتماد کو ایک بار پھر شدید چوٹ لگائی ہے۔ تجربہ کاروں کے مطابق شاید یہ زخم اب مندمل نہ ہو سکے۔ یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ اب کشمیر کی تحریک آزادی تیز ہوگی اور بھارت کو اس کے نتائج بھگتنا ہوں گے۔ یہ نتائج

کو اسرائیل کا جزو لاینفک قرار دے چکی ہے اور قدیم تصور جس کے تحت یہودیوں کے لیے مسجد اقصیٰ میں عبادت کے لیے داخل ہونا درست نہیں تھا مگر اب نئے فتویٰ کے تحت ان کو مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر مذہبی رسومات کی ادائیگی کی اجازت دی جا چکی ہے۔ یہ سب اسی ناپاک منصوبے کی تکمیل کے لیے کی جانے والی کاوشیں ہیں۔

ان چھ مراحل کے بعد اسرائیل ہیکل کی تعمیر کا اعلان کرے گا۔ مسجد اقصیٰ اور قبلہ اول کا تحفظ ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔ یہودیوں کے بڑھتے ہوئے ردیل قدموں کو روکنا مسلمانوں کا امتحان ہے۔ مسلمان حکمرانوں کو بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

نہ رکھ مجھ سے خیر کی توقع.....!

برطانیہ کی جیلوں میں خنزیر کا گوشت ”حلال“ کے نام پر عام

برطانیہ کی جیلوں میں مسلمان قیدیوں کے لیے مہیا کیے جانے والے کھانے میں خنزیر کے گوشت کی آمیزش کی شناخت کی گئی ہے۔ اسلام میں خنزیر کا گوشت اور اس سے تیار کردہ مصنوعات سختی سے حرام ہیں۔ شمالی آئرلینڈ کے ادارے ”آ میک کلونگ کوئل فوڈز لمیٹڈ“ جو کہ چھوٹے پیمانے پر علاقے کی جیلوں میں خوراک سپلائی کرتی ہے، کے حلال لیبل پر پائے جانے والے برگرز میں ”خنزیر“ کے ڈی این اے کی شناخت ہوئی ہے۔ اس واقع نے وہاں کی مسلمان کمیونٹی میں شدید اضطراب کی کیفیت پیدا کی ہے۔ یورپی ممالک میں مسلمان ایک بڑھتی ہوئی کمیونٹی ہیں۔ جب کہ حلال خوراک کے نام پر خنزیر کا گوشت مسلمانوں کو کھانا ایک سنگین جرم ہے۔ جس پر متعلقہ کمپنی کے خلاف سخت کارروائی ہوئی چاہیے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل برطانیہ میں حلال کے نام پر مسلمانوں کو جھکا گوشت بھی کھایا جاتا رہا ہے۔ جبکہ اسلام میں جانور کو ہاتھ سے ذبح کرنا ضروری ہے۔

”او آئی سی“ اجلاس

فقط قراردادوں کی نہیں عمل کی ضرورت ہے



مصر کے شہر قاہرہ میں اسلامی ممالک کی تنظیم کے سربراہی اجلاس کے اعلامیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اسرائیل مقبوضہ بیت المقدس میں نئی یہودی بستیوں کی تعمیر روکے، شام میں حکومت اور اپوزیشن کا تنازعہ سنجیدہ مذاکرات سے حل کیا جائے۔ اس سے قبل او آئی سی کے تحت وزراء خارجہ کے اجلاس میں کشمیر کے مسئلہ میں بھارتی مظالم کی مذمت کے ساتھ بھارت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ کشمیر میں تشدد کا خاتمہ کر کے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق مسئلہ کے حل کو یقینی بنائے۔

او آئی سی ان مسائل پر قراردادیں اور مطالبے بہت زیادہ کر چکی ہے۔ ضرورت تو اب اس بات کی ہے کہ وہ مؤثر لائحہ عمل تشکیل دے اور امت مسلمہ کے مسائل کے حل کے لیے سفارتی، سیاسی اور ہتھم کے اقدامات بروئے کار لائے۔ کیونکہ فلسطین یہودیوں کے قدم مسجد اقصیٰ کے انہدام کے بعد وہاں سے مکمل طور پر اسلامی آغا کو ختم کر کے یہودی بستیوں اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر و تکمیل کی طرف بڑھ رہے۔ شام میں خونخوار حکومت مظالم و بربریت کی نئی تاریخ رقم کر چکی ہیں۔ ان حالات میں تنظیم کے مردہ گھوڑے میں جان ڈال کر اسے کچھ کرنے کے قابل بنانے کی ضرورت ہے کیونکہ خالی خولی مطالبوں اور قراردادوں سے نہ کچھ بنا ہے اور نہ ہی بنے گا۔

گناہ افراد آجاتے ہیں جب کہ ان ذمہ داروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوتی۔“

امریکی فوج نے گیارہ سالوں میں افغانستان میں لاکھوں بے گناہ افراد کو اپنی فضائی بمباری اور زمینی حملوں کا نشانہ بنایا ہے۔ درحقیقت افغانستان میں امریکی فوجی زبردست شکست کے باعث اور مجاہدین کے خوف سے نفسیاتی دباؤ، پاگل پن اور مایوسی کا شکار ہو رہے ہیں۔ موت کا خوف اور گھر واپسی کی فضا ان پر سوار رہتی ہے۔ جس کا نتیجہ خود کشیوں اور عام باشندوں کے قتل کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس درندگی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔ گذشتہ برس قندھار کے ایک گاؤں میں ایک امریکی فوجی کیمپ سے باہر نکلا اور مقامی بستی پر دھاوا بول دیا۔ گھروں میں گھس کر کئی بچوں اور عورتوں کو اندھا دھند فائرنگ کا نشانہ بنایا۔ جس کے نتیجے میں عورتوں اور بچوں سمیت 16 افراد شہید ہو گئے۔ اس فوجی کو ذہنی مریض قرار دے کر بحفاظت واپس بھیج دیا گیا جب کہ ان شہداء کے ورعاء لاشیں رکھ کر احتجاج کرتے رہ گئے۔

ہے کوئی ایوبی.....!

مسجد اقصیٰ اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا منصوبہ خطرناک مرحلے میں داخل



دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے تیسرے مقدس ترین مقام، مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کا ناپاک یہودی منصوبہ خطرناک مرحلے میں داخل ہو گیا ہے۔ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے سلسلے میں اسرائیل نے ایک اور مرحلے پر کام شروع کر دیا ہے جس کے تحت مسجد اقصیٰ کے براق صحن کی شمالی جانب فلسطینی تعمیرات کو منہدم کیا جا رہا ہے۔ مقدس مقامات کے ماہر ڈاکٹر جمال عمرو کے مطابق اسرائیل نے ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے منصوبے کو چھ مراحل میں تقسیم کیا تھا۔ جس میں مسجد اقصیٰ کے براق صحن کی شمالی جانب مسلمانوں کی املاک کو منہدم کرنا، مسجد کے صحن کی اطراف اور اولڈ میونسپلٹی حدود کے اندر 61 یہودی عبادت گاہوں کی تعمیر اور مرآ کشی دروازے کی جانب 62 ویں یہودی کنبے کی تعمیر شامل ہے۔ اس ناپاک منصوبے کے نتیجے میں گندھ صحرا کے پیچھے چھپ جائے گا۔ القدس میں عباسی اور اموی خاندانوں کی جائیدادوں پر قبضہ اور ان کے محلات کے پتھروں کا ہیکل کی تعمیر میں استعمال، ہیکل کی تعمیر سے متعلق اشیاء کی تیاری، اپنے اس منصوبے کی تفصیلات کی تشہیر اور اپنے اقدامات کو سیاسی، قانونی اور شرعی جواز مہیا کرنے کے لیے راہ ہموار کرنا بھی اسی ناپاک عزائم میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر جمال عمرو کے مطابق اسرائیل نے ان مراحل پر جزوی کام مکمل کر لیا ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق اس غیر قانونی منصوبے کے پہلے مرحلے پر کام تیزی سے جاری ہے۔ یروشلم میں مسجد اقصیٰ کے قریب بلڈوزروں اور کرینوں کے ذریعے فلسطینی عمارتوں کو منہدم کیا جا رہا ہے جبکہ باقی مراحل مکمل ہیں۔ جن کے تحت عباسی اور اموی باشاہوں کے محلات پر قبضہ کر کے ان کے قیمتی پتھروں کو ہیکل کی تعمیر کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ ان پر ہیکل سے متعلقہ یہودی عبارتیں تحریر کی گئی ہیں۔ براق صحن میں 45 کلو گرام سونے سے تعمیر کردہ شیخ دان کی تنصیب اور بڑے یہودی کنبے کی خونخوار تعمیر باقی ہے۔

اس منصوبے کی جزئیات بھی دنیا کے سامنے پیش کر دی گئی ہیں۔ اسرائیلی پارلیمنٹ مسجد اقصیٰ



جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے!

فکرِ آخرت

ہو جائیں گے اور دنیا کی تمام آسائشیں مل کر بھی جہنم کے ایک نظارے کی تاب نہیں لاسکتیں۔

مسلم کون ہوتا ہے؟ مسلمان کسی قوم کا نام نہیں۔ یہ کسی خاندان کا نام نہیں۔ مسلمان وہ ہوتا ہے جو اللہ کا حکم مانتا ہے جس کا عزم ہوتا ہے کہ حکم اللہ کا ماننا ہے اور اسی کا حکم چلے گا۔

ہمارا ایمان ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہماری سوچ، خیال، فکر اور خواہشات اسلام کے مطابق ہو جائیں تبھی ہم مومن کہلوانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ دنیا کی زندگی دھوکہ ہے یہ دارالافتا ہے جب اللہ کے نبی ﷺ نہیں رہے تو ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہمیں دارالبقاء کی طرف ضرور سفر کرنا ہے۔

”کل نفس ذائقة الموت“

دنیا کو طلب کرنے کے حوالے سے یہ واقعہ بھی ہماری اصلاح کے لئے کافی ہے۔

ایک مرتبہ زوان مطہرات نے آپ ﷺ سے خرچے کا مطالبہ کیا اور انہوں نے مل کر آپ ﷺ کو گھیر لیا کہ غزوات میں ملنے والے مال غنیمت میں سے ہمیں بھی کچھ ملنا چاہیے۔ گھر کا وظیفہ زیادہ کر دیں تاکہ ہم بھی تھوڑی خوشحال زندگی گزار سکیں۔ وحی نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيِّنَتْنَهَا فَعَلَّيْنِ أُمْتَعَكُنَّ وَأَمْسَرَّحَكُنَّ

سَرَّاحًا جَمِيلًا۔ (سورہ الاحزاب: 28)

”اے نبی! (ﷺ) اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ سامان دے دوں اور تمہیں رخصت کر دوں اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔“

اندازہ لگایا جائے کہ اللہ کے نبی ﷺ کی بیویوں نے کوئی ایسا مطالبہ نہیں کیا جو فطرت سے ہٹ کر ہو اسلام سے ہٹ کر ہو

انجینئرنگ کر کے والدین کو دنیا میں سہولیات مہیا کروں گا لیکن زندگی نے اسے مہلت نہ دی۔ مجھے اپنی مہلت بھی روز بروز کم ہوتی محسوس ہوئی تو مجھے اپنے مقاصد اور منزل پہ ایک بار پھر غورو فکر کرنا پڑا۔

محترم قارئین! دنیا میں آدمی اس لئے نہیں آیا کہ وہ کھائے، پیئے، نشوونما پائے، جوان ہو، بوڑھا ہو اور مرجائے بلکہ

عبدل اسم UET لاہور

انسان دنیا میں اس لئے آیا ہے تاکہ اس کائنات میں رہ کر وہ ایک ایسی زندگی کے لئے سامان مہیا کرے جو زندگی کبھی ختم ہونے والی نہیں..... جو زندگی یا تو بڑی عیش و عشرت، ناز و نعم اور آرام کی زندگی ہوگی یا بڑے دکھ، تکلیف، مصائب، رنج و الم اور غم کی زندگی ہوگی اور اس زندگی کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن دنیا کے سب سے زیادہ نعمتوں میں رہنے والے انسان کو جہنم کا ایک پتھر لگوا دیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ بتا کہی کوئی نعمت دیکھی ہے۔ تو کہے گا اے اللہ!

دنیا میں آدمی اس لئے نہیں آیا کہ وہ کھائے، پیئے، نشوونما پائے، جوان ہو، بوڑھا ہو اور مرجائے بلکہ انسان دنیا میں اس لئے آیا ہے تاکہ اس کائنات میں رہ کر وہ ایک ایسی زندگی کے لئے سامان مہیا کرے جو زندگی کبھی ختم ہونے والی نہیں

میں نے تو کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی۔ اسی طرح دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفیں برداشت کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت کا ایک جھونکا میسر کرے گا اور پوچھے گا سناؤ کبھی تکلیف، پریشانی یا کوئی مصیبت دیکھی ہے تو کہے گا اے اللہ! میں نے تو کبھی کوئی مصیبت دیکھی ہی نہیں۔“ (مسلم: 2807)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا کی 60 سالہ زندگی میں آنے والے مستقل دکھ، جنت کا صرف ایک نظارہ کرتے ہی ختم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَفُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَفُودَهَا النَّاسُ وَالْمَجْتَرَةُ (سورہ التحريم: 6)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔“

انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ ہوتے ہی میری خوشی کی انتہا نہ رہی کیونکہ مجھے اپنی منزل بہت قریب نظر آ رہی تھی۔ صرف چار سال میں ایک اچھا انجینئر بننے کے بعد میرے پاس وہ سب کچھ ہوگا جو اس دنیا میں کامیاب شخص کہلانے کے لئے ضروری ہے۔

میرے والدین کے خواب پورے ہونے جارہے تھے اور میں خود کو ایک بہت کامیاب بیٹا تصور کر رہا تھا جو والدین کی خواہشوں پر بتدریج پورا اثر رہا تھا کہ اچانک ایک دن مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں ایک بھائی نے کھڑے ہو کر اس آیت کی تلاوت کی اور جب اس کا ترجمہ پڑھا تو اس آیت کے آخری الفاظ سن کر میں کانپ کر رہ گیا۔ مجھے اپنے ارد گرد آگ سی محسوس ہوئی جس میں مجھے اپنے گھر والوں کی چیخیں سنائی دیں تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کیا میں واقعی ایک کامیاب بیٹا ہوں، جو والدین کے لئے دنیا کو تو ان کے قدموں

میں ڈھیر کر دینا چاہتا ہے لیکن آخرت..... کیا دنیا کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے؟ میں انہی سوچوں میں مبتلا تھا کہ یونیورسٹی میں ہونے والے ایک حادثے

نے میرے سوالوں کا جواب دے دیا اور مجھے اس آیت کی سچائی کا یقین دلادیا۔

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔
”اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“ (سورہ الحدید: 20)

سیکنڈ ایئر کے طالب علم ”معید“ کے ساتھ دنیا کی زندگی واقعتاً دھوکہ کر گئی تھی۔ وہ بھی شاید ایسے خواب لئے آیا ہوگا کہ

بلکہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ جہاں مہینہ مہینہ گھر میں چولہا نہیں جلتا کچھ تو مال غنیمت میں سے ہمارے گھر میں بھی آئے۔ لیکن اللہ کو یہ بات بھی پسند نہ تھی کہ نبی ﷺ کا گھر ہو اور دنیاوی خرچے پر جھگڑا ہو۔ کیونکہ دنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک مرے ہوئے بکری کے ایک بچے سے بھی حقیر ہے اور دنیا و آخرت کا موازنہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”وَأَمَّا مَا فِي يَدَيْهِ فَهُوَ خَيْرٌ مِّنْ دُنْيَاهُ وَأَمَّا مَا فِي يَدَيْهِ فَهُوَ خَيْرٌ مِّنْ دُنْيَاهُ“

”اگر تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے اور باہر نکالے تو جتنا پانی اس کی انگلی کو لگے گا وہ دنیا ہے اور باقی سارا سمندر آخرت۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی مہمان کی دعوت کی تو گھر میں یہ فیصلہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو بھی بلا لیں۔ آپ ﷺ کو دعوت دی آپ ﷺ آگئے نگاہ ایک پردے پر پڑ گئی جو کہ زینت کے لئے لٹکایا تھا۔ آپ ﷺ وہیں سے واپس ہو گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آپ ﷺ تو واپس چلے گئے ہیں تو پریشان ہوئیں۔ ملنے پر کہنے لگیں ”ابا جی! آپ واپس کیوں چلے گئے تھے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے بیٹی! کسی نبی کو لائق نہیں کہ وہ کسی ایسے گھر میں جائے جو ایسے سجا ہوا ہو“ (مفہوم حدیث..... مشکوٰۃ)

اگر غربت کوئی عیب ہوتی تو نبیوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ عیب یہ ہے کہ کسی گھر میں اللہ کی یاد نہ ہو۔ جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ ہو اللہ کے دین کی باتیں نہ ہوں قرآن کا پڑھنا، پڑھانا سمجھنا اور سمجھانا نہ ہو وہ گھر قبرستان ہے۔

ہمیں اپنے کامیابی اور ناکامی کے معیار کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھنا ہوگا کہ کہیں میں بھی جانور کی طرح صبح سے رات روزگار اور معاش کی تلاش تک ہی محدود ہو کر تو نہیں رہ گیا۔ کیا مجھے اپنے پیدا کئے جانے کا وہ حقیقی مقصد یاد ہے قرآن مجید مجھے بتلاتا ہے۔

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“

”اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے“ (الذاریت)

فَمَنْ ذُخِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ“

”جو شخص آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس تحقیق وہ کامیاب ہو گیا“ (آل عمران: 185)

انہی خوش نصیب انسانوں میں نبیوں کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی شمار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی انہیں یہ سنعطا کی۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ“ (سورہ البینہ: 8)

”اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔“

اللہ جس سے راضی ہو جائے پھر بندوں کا راضی ہونا تو کوئی مشکل کام نہیں اور جس سے اللہ ناراض ہو جائے تو چاہے

ساری دنیا مل جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچانا چاہے تو نہیں بچا سکتی۔ اللہ نے تو مہوہ و کا ذکر کیا!

فَبَاءَ وَبَعْضَ عَلَى غَضَبٍ. (سورہ البقرہ: 90)

”پس وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے۔“

وہ دنیا سے لے گئے تو اللہ کا غضب لے کر گئے۔ اللہ ان سے سخت ناراض تھا اور یہ بڑی بد قسمتی کی بات ہے کہ انسان دنیا سے جائے اور اللہ اس سے ناراض ہو کیونکہ

إِنِّي بَطَشْتُ رَبِّكَ لَشَدِيدٍ. (سورہ البروج: 12)

”بے شک تیرے رب کی پکڑ یقیناً بہت سخت ہے۔“

اس دنیا کی مثال ایک مسافر خانہ کی سی ہے جس میں انسان تھوڑی دیر سستانے کے لئے پڑاؤ کرتا ہے۔ اب اگر وہاں کوئی بیٹھ کر (مسافر خانے میں) یہ منصوبہ بندی شروع کر دے کہ میں یہاں اتنے مریع کا گھر بناؤں گا اتنی گاڑیاں رکھوں گا اتنے نوکر چاکر ہوں گے یہ کروں گا وہ کروں گا تو ساتھ گزرنے والا اسے یہ منصوبہ بندی کرتے دیکھ کر یقیناً پاگل سمجھے کہ چند لمحے تھکاوٹ دور کرنے کے لئے لے رکھا ہے جانا اسے کہیں اور ہے منزل اس کی کہیں آگے ہے اور یہ راستے میں بیٹھا منصوبے ایسے بنا رہا ہے جیسے اس نے قیامت میں یہیں ٹھہرنا ہے بالکل اسی طرح یہ دنیا

یہاں لمبی لمبی منصوبہ بندیاں کرنے والا انسان کم از کم عاقل نہیں کہلا سکتا عقل مند وہی ہے جو اپنی منزل پہ نظر رکھے۔ اس کا ہر قدم منزل کی جانب اٹھنے ناکہ خرگوش کی طرح راستے میں سو جائے!

ایک مسافر خانہ ہے۔ یہاں لمبی لمبی منصوبہ بندیاں کرنے والا انسان کم از کم عاقل نہیں کہلا سکتا عقل مند وہی ہے جو اپنی منزل پہ نظر رکھے۔ اس کا ہر قدم منزل کی جانب اٹھنے ناکہ خرگوش کی طرح راستے میں سو جائے!

انسان اپنی امیدیں لمبی کرتا ہے اور ملک الموت آ کر اس کی گردن پر ہاتھ مارتا ہے۔ اس کی گردن کو توڑ دیتا ہے اس کی امیدوں کی لائن آسمان تک جارہی ہوتی ہے اور موت بن بلائے مہمان کی طرح پہلے آ جاتی ہے۔ اس لئے ہم اگر کامیابی چاہتے ہیں تو لمبی اسکیمیں نہ بنائیں۔ اللہ سے توبہ کر لیں اور باقی ماندہ زندگی کو اللہ کی بندگی، عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں گزارنے کا عہد کر لیں۔

اللہ کو جوانی کی عبادت بہت اچھی لگتی ہے کیونکہ جوانی میں انسان کے پاس طاقت بھی ہوتی ہے وقت بھی ہوتا ہے اور مال و دولت بھی اس کے ارد گرد منڈلا رہی ہوتی ہے۔ دنیا اپنی شرانگیزی کے ساتھ اس کے سامنے آ جاتی ہے اور تبھی اس کا امتحان شروع ہو جاتا ہے۔ اگر ان تمام فتنوں سے بچ کر وہ جوان اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا، اس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے، اس کی زبان ذکر الہی میں مشغول رہتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اللہ اسے

اپنے عرش کا سایہ نصیب نہ کرے جس دن بڑے بڑے نامی گرامی لوگ جل رہے ہوں گے۔ یہ اللہ کا عبادت گزار تو جوان اس دن اللہ کے عرش کے سائے میں ہوگا۔ (بخاری)

دنیا میں ہر نو جوان اپنے خاندان اپنے والدین کے لئے سہولیات مہیا کرنے کے واسطے دن رات ایک کر دیتا ہے۔ اس بات کا پھر بھی یقین نہیں ہوتا کہ آیا اس کے والدین خاندان والے اس کی ان سہولیات سے فائدہ اٹھا بھی سکیں گے یا نہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اپنی تمام تر توانائیاں بروئے کار لا کر ان کو ہر قسم کی دنیاوی خوشی دینے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا فَاذْكُرُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا“

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ“ (سورہ التحريم: 6)

یعنی اے ایمان والو! اپنے آپ کو آگ سے بچالو..... وہ آگ کہ جس کی تپش دنیاوی آگ سے ستر گنا زیادہ ہے اور صرف اپنے آپ کو ہی نہیں بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی جہنم سے بچالو۔ قرآن پاک میں ہی ارشاد ہے کہ

وَقُوْذُهَا النَّاسُ وَالْجِبَارَةُ (سورہ التحريم: 6)

”جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔“

وہ جہنم کہ جس کا ایندھن کوئلے نہیں، کوئی گیس یا پٹرول نہیں بلکہ جس کو ہوا دینے والے اس کا ایندھن بننے والے انسان اور پتھر ہوں گے اور جس کا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو بھگتی؟ تو وہ کہے گی ”ہل من

مزید..... کیا اور کوئی ہے؟“ تو اسے بھی آنے دو۔ وہ جہنم کہ جس کے داروغے کوئی عام انسان نہیں بلکہ فرشتے ہوں گے۔

فرشتے ایسے کہ انتہائی سخت دل، جنہیں کوئی دیکھ کر چپٹا چلاتا سن کر ان کے دل میں کوئی رحم نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کا رب انہیں حکم دیتا ہے۔

ایک حدیث سے جہنم کی ساخت کے بارے میں اندازہ لگانے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”اس (قیامت والے) دن جہنم کو لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگا میں ہوں گی۔ ہر ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔

(مسلم - عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

اتنی بھیا تک جہنم سے ہمیں خود بھی بچنا ہے اور اپنے اہل و عیال کو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی بچانا ہے۔ صرف اپنی اصلاح ہی نہیں کرنی بلکہ دوسرے مسلمانوں کی اپنے اہل و عیال کی آخرت کی بھی فکر کرنی ہے کیونکہ

ہم میں سے ہر ایک سے اپنی اپنی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ لہذا ہمیں اس دنیا کی مختصر اور بے معنی زندگی کو بامعنی اور قیمتی بنانا ہے اور آخرت کو سنوارنا ہے جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔

کیا جمہوریت ایک کامیاب طرز حکومت ہے...؟

چہرہ روشن، اندرون جنگیز سے تاریک تر!

جمہوریت کی ابتداء اور خواص پر تحقیقی نظر...!

نام ہے۔“ جبکہ برنارڈ شاہ کے مطابق ”بہت سے نااہلوں کی طرف سے چند احمقوں کے انتخاب کا نام ہے۔“

الغرض مغربی دانشور ہی اس جمہوریت کی تعریف پر متفق نظر نہیں آتے۔ بلکہ رابرٹ نامی ایک مفکر نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم جمہوریت کے لفظ کو جہاں اپنے مفاد میں بہتر سمجھتے ہیں استعمال کر لیتے ہیں۔ الغرض یہ ایسا نظام ہے کہ جس کی کوئی منفی تعریف ہی نہیں ہے۔ یہ نظام درحقیقت ہے کیا.....؟

بیسویں صدی میں جب انسان قومیت کے جذبے سے سرشار ہوئے تو اپنی عقل پر انحصار کرتے ہوئے اس خود ساختہ نظریہ حیات میں بادشاہت اور پاپائیت سے عافیت تلاش کی تو اس کا نقصان انہیں جنگ عظیم اول کی صورت میں نظر آ گیا۔ اس کے بعد لیگ آف نیشنز قائم کی گئی وہ بھی ناکام رہی اور دوسری جنگ عظیم میں سات کروڑ انسانوں کی لاشوں اور معذوری کا تقہر دیا گیا۔

اس صدی کے آخر میں اکثر ممالک بالآخر جمہوریت پر رضامند ہوئے اور طے یہ پایا کہ عوام کی حاکمیت قائم کی جائے گی اور اقتدار اعلیٰ کا مرکز عوام ہوگی۔

لیکن کیا جمہوریت کا بنیادی اصول ”عوام کی حاکمیت“ ممکن ہے.....؟ اگر یونانی معاشرے کی نظر سے عوام کی

تعریف کی جائے تو عوام کی حکومت ممکن نہیں کیونکہ اس معاشرے میں عورتیں اور مفتوح قوموں کے افراد اور غلام ”عوام“ کے زمرے میں نہیں آتے تھے۔ نیز کسان اور کاشتکار بھی عوام کی صف سے خارج تھے۔ لہذا عوام کچھ مخصوص لوگ تھے جن کی حکومت تھی۔

لیکن آج دنیا کے تمام ممالک میں ہر فرد آزاد ہے اور وہ عوام میں شمار ہوتا ہے لیکن اس دور میں بھی کیا عوام کی حاکمیت ممکن ہے؟

جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت دو انداز کی ہے۔

بالواسطہ یا بالواسطہ

انقلاب برپا ہوا وہ بھی اسی بنیاد پر ہوا کہ عوام کو حاکمیت دی جائے اور عوام کو اقتدار اعلیٰ کا مرکز بنایا جائے۔

جان لاک، روسو، مارکس، فریڈ اور اس طرح کے دیگر لوگوں نے اس تحریک میں اپنے اپنے نظریات پیش کیے اور بالآخر 1689ء میں بنیادی حقوق کا بل منظور کیا گیا جسے موجودہ جمہوریت کی حقیقی روح کہا جاتا ہے۔

لیکن کیا جمہوریت واقعی انسانوں کی کا بنایا ہوا کامیاب ترین نظام ہے.....؟ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل طور پڑھنے سے ہو جائے گا.....!

حذیفہ

جمہوریت کی تعریف کیا ہے.....؟ اس کے بارے میں بہت سے دانشوروں کا اختلاف ہے لیکن جو معروف ہیں ان میں سے ایک آکسفورڈ ڈکشنری اور دوسری امریکی صدر ابراہم لنکن کی پیش کردہ ہے۔

”آکسفورڈ کے مطابق..... جمہوریت حکومت کی ایک

برنارڈ شاہ کے مطابق ”جمہوریت درحقیقت بہت سے نااہلوں کی طرف سے چند احمقوں کے انتخاب کا نام ہے“

ایسی شکل ہے جس میں اقتدار اعلیٰ لوگوں کی اکثریت کے پاس رہتا ہے اور لوگ اسے یا تو بذات خود چلاتے ہیں یا پھر ان کے منتخب نمائندے۔ وہ ریاست جس میں اس قسم کی حکومت ہو اسے جمہوری ریاست کہتے ہیں۔“

جبکہ امریکی صدر کے مطابق ”عوام کی حکومت، عوام کے لیے اور عوام کے ذریعے، ایسے نظام حکومت کو جمہوریت کہا جاتا ہے۔“

جبکہ ایک تعریف جو کہ لارڈ برٹنڈرسل کی جانب سے کی گئی ہے وہ کچھ یوں ہے کہ ”جمہوریت احمقوں کی حکمرانی کا دوسرا

نظام حکمرانی انسانوں کا قدیم مسئلہ ہے۔ اشرف المخلوقات میں سے بہترین نظام زندگی اور حکمرانی کا نعرہ سب سے پہلے یونانیوں نے بلند کیا تھا اور اسے اپنے ہاں رائج کرنے کی کوشش کی۔ بادشاہت و ملوکیت کے اس قبل مسیح دور میں یہ نظام بہت خوشامگام لیکن محض سراب ثابت ہوا۔ اس نظام میں ”عوام“ کو حاکمیت کا حقدار مانا گیا اور اقتدار اعلیٰ کو ”عوام“ میں منتقل کیا گیا۔ البتہ غلام، دوسری قوموں کے مفتوح افراد اور عورتیں اس ”عوام“ سے مستثنیٰ تھیں۔ یہی نظام دنیا کی اوّلین ”جمہوریت“ کہلایا۔

موجودہ دور میں مثالی سمجھا جانے والا نظام حکمرانی اسی انداز سے یونان میں متعارف ہوا۔ یونانی تہذیب کے زوال کے بعد یہ رومیوں کے ہتھے چڑھا اور وہاں بھی اس نظام میں ”بہتری“ کی خاطر اصلاحات کی گئیں اور عوام کو حاکمیت دینے کی بھر پور کوشش کی گئی۔

جمہوریت کا یہ سفر تو قدیم دور میں طے ہوا لیکن جدید جمہوریت جو آج دنیا کے بیشتر ممالک میں رائج ہے کا آغاز برطانیہ میں ”Magna Carta“ سے ہوا جو 1214ء میں

منظور کیا گیا۔ اسی بنیاد پر برطانیہ کو ”جمہوریت کی ماں“ بھی کہا جاتا ہے۔ اس دور میں یورپ میں دینی نظام رائج تھے۔ ایک بادشاہت اور دوسرا پاپائیت۔

عوام بیچارہ چکی کے ان دو پاٹوں کے درمیان پس رہی تھی۔ ان دونوں نظاموں کی خرابیوں سے جب عوام اکتا گئے اور ظلم سے لاچار ہو گئے تو اسی عوام نے ان نظاموں سے چھکارا حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔

چونکہ یہ لوگ بادشاہت اور پاپائیت کے درمیان پس رہے تھے لہذا جب یہاں کے لوگ اٹھے تو انہوں نے بادشاہت کے ساتھ ساتھ پاپائیت (کیسا کی حکومت) یعنی دین عیسائیت سے بھی بغاوت کا اعلان کیا اور عوام کی حاکمیت کا مطالبہ کر دیا۔

برطانیہ کے بعد سترہویں صدی میں فرانس میں جو

بلا واسطہ

وہ جمہوریت جس میں عوام بلا واسطہ حکومت کرتے ہیں اس قسم کی جمہوریت ناپید ہے اور دنیا کے کسی خطے میں موجود نہیں کیوں کہ عوام براہ راست حکومت نہیں کر سکتے۔ یہ صرف یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں ممکن تھی کہ جہاں مخصوص افراد کو حکومت کے تمام کاموں میں حصہ لیتے تھے۔

بالواسطہ

ایسی جمہوریت جس میں عوام اپنے پسندیدہ لوگوں کا انتخاب کرتی ہے اور یہ منتخب نمائندے عوام پر حکومت کرتے ہیں یعنی بالواسطہ طور پر عوام حکومت کر رہی ہوتی ہے۔ جمہوریت کی کچھ مخصوص خصوصیات ہیں آئیے! ذرا ان پر نظر دوڑاتے ہیں۔

جمہوریت کی ایک بڑی خوبی بیان کی جاتی ہے کہ اس میں اکثریت کی حکومت ہوتی ہے۔ یعنی جو اکثریت چاہے گی وہی ہوگا۔ ہم سب یہ بات جانتے ہیں کہ بہت سارے انسان اپنے مجموعی مفاد کے بجائے

انفرادی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں۔ جبکہ ذاتی مفاد ہر فرد کے مختلف ہوتے ہیں لہذا اکثریت کا کسی ایک نکتہ پر متفق ہو جانا ناممکن نظر آتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔

لیکن اگر اس کا نظر انداز بھی کر دیا جائے اور یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اکثریت متفق ہو جاتی ہے تو کیا یہ بات لازم ہے کہ اکثریت جس بات پر متفق ہوئی وہ بات درست بھی ہو۔ اگر اقلیت درست موقف پر ہو تو پھر کیا ہوگا؟ یعنی اکثریت اقلیت پر ظلم کرے گی۔ جیسا کہ لارڈ برٹینڈرسل نے کہا تھا ”اکثریت کا جبر ایک حقیقی خطرہ ہے۔ یہ سمجھنا غلطی ہے کہ اکثریت ہمیشہ درست ہی کہتی ہے۔ ہر نئے مسئلے میں اکثریت ہمیشہ غلطی کھاتی ہے“۔

یعنی جمہوریت کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ کیا غلط اور کیا صحیح.....! غرض صرف تعداد سے ہے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا تھا کہ

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے

یعنی جمہوریت میں تعداد اور مقدار ہیتم رکھتی ہے لیکن معیار کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اکثریت کی حکومت میں ایک نمائندہ جیتنے کے باوجود اکثریت کا نمائندہ نہیں ہوتا۔ برطانیہ جسے جمہوریت کی ماں کہا جاتا ہے وہاں بھی چالیس فیصد لوگ ووٹ نہیں ڈالتے اور 60 فیصد لوگ ووٹنگ میں حصہ لیتے ہیں۔ اگر دو

امیدوار ہوئے اور ایک کو 31 فیصد جبکہ دوسرے کو 29 فیصد ووٹ ملے تو 31 فیصد والا جیت جائے گا اور ”اکثریت“ کا نمائندہ قرار پائے گا۔ کیا اس انداز سے قائم ہونے والی حکومت اکثریت کی حکومت ہے.....؟ اور اگر امیدوار دو سے زیادہ ہوں تو عموماً معاشرے کے 20 فیصد ووٹ لینے والا امیدوار جیتتا ہے اور 80 فیصد عوام کے خلاف 20 فیصد ”اکثریت“ کا نمائندہ بن جاتا ہے۔ الغرض اکثریت کی حکومت تو ممکن نہیں کیوں کہ کسی ملک میں ایسا نہیں کہ وہاں حقیقی اکثریت کی حکومت آئی ہو۔ سو جہاں تک سوال ہے عوام کی حاکمیت کا تو وہ بھی ناممکن ہے۔

یہ بات تو طے شدہ ہے حکومت تو صرف چند لوگ کرتے ہیں تو پھر عوام کی حاکمیت کیوں کر ممکن ہے؟ الغرض عوام کی حاکمیت کا جو دلفریب نعرہ لگایا جاتا ہے وہ ایک سراب کے سوا کچھ

لارڈ برٹینڈرسل نے کہا تھا ”اکثریت کا جبر ایک حقیقی خطرہ ہے۔ یہ سمجھنا غلطی ہے کہ اکثریت ہمیشہ درست ہی کہتی ہے ہر نئے مسئلے میں اکثریت ہمیشہ غلطی کھاتی ہے“

نہیں ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ جمہوریت اک ایسا طرز حکومت ہے کہ جو در حقیقت ممکن ہی نہیں ہے جیسا کہ روسو جسے جمہوریت کا بانی بھی کہا جاتا ہے اس نے کہا تھا کہ

”اگر ہم اس جمہوریت کو اس کے صحیح ترین معنوں میں استعمال کریں تو یہ جمہوریت نہ کبھی موجود رہی ہے اور نہ کبھی موجود ہوگی۔ یہ بات سراسر خلاف عقل ہے کہ حکومت کرنے والے کثرت میں ہوں اور جن پر حکومت کی جاری ہو وہ قلیل“

موجودہ دور کی حکومت کے خواص پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہاں بھی یہ جمہوریت نظام حکمرانی کا ڈھونگ رچانے میں ناکام نظر آ رہی ہے۔ اس کے خواص میں سب سے اہم بیکور ازم ہے۔

قرون وسطیٰ میں یورپ جب جہالت کے اندھیروں میں تھا تو اس وقت کے لوگ بادشاہوں کے ساتھ ساتھ پادریوں اور مذہبی رہنماؤں سے بھی عاجز تھے۔ اس لیے جب عوام کی حاکمیت کا نعرہ لگایا گیا تو ساتھ میں لادینیت کا نعرہ بھی بلند کر دیا گیا۔ یعنی مذہب کو ریاست سے جدا کر دیا گیا کہ مذہب بالکل انفرادی معاملہ ہے اور اس کا ریاست کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حالانکہ ایک مذہب ہی ایسی چیز ہے کہ جس کی بنیاد پر تمام انسانوں کا اجماع ممکن ہے۔ مذہب کے علاوہ کوئی نقطہ ایسا نہیں ہے کہ جس پر تمام انسان متفق ہو سکیں۔ اسی مذہب سے لاطلفی کا

نتیجہ آج یورپ اور تمام بڑے بڑے جمہوری ممالک میں اخلاقی قدروں کی پامالی کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے۔

جمہوریت کی ایک اور بڑی خاصیت یہ ہے کہ یہ فرد کو مکمل آزادی دیتی ہے۔ یعنی فرد مکمل طور پر آزاد ہے اور اس کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ اس شخصی آزادی نے یورپ میں جو گل کھلائے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے کہ آج یورپ اور ترقی یافتہ ممالک باوجود بہت سی اخلاقی قدروں سے محروم ہیں۔

لیبرل ازم اور بیکور ازم کے ساتھ سرمایہ دارانہ نظام بھی جمہوریت کا ہی ایک خاصہ ہے۔ سرمایہ دار بھی اس جمہوریت کے نظام میں خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ اس نظام میں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی واضح مثال امریکہ کی ہے کہ جہاں ”وال اسٹریٹ پر قبضہ کرو“ تحریک عروج پر ہے۔ اس تحریک کا بنیادی مقصد بھی سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف جدوجہد کرنا ہے جو کہ درحقیقت جمہوریت کے لوازمات میں سے ہے۔

جمہوریت کی ایک اور بڑی خاصیت اس کا پارٹی سسٹم ہے جو کہ بذات خود ایک برائی ہے۔ اس کی وجہ سے ایک قوم کے افراد باہم گروہوں میں بٹ جاتے ہیں اور یوں معاشرہ تقسیم ہو جاتا ہے۔ قوم کا اتحاد اس صورت میں پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

پارٹی سسٹم کے بعد اس کی بڑی خامی اس کا طریقہ انتخاب ہے۔ کیوں کہ اس کے طریقہ انتخاب میں صرف دولت مند افراد ہی حصہ لے سکتے ہیں۔ اگر کوئی غریب فرد آتا ہے تو اسے سرمایہ دار افراد اور کمپنیاں سپانسر کرتی ہیں جس کے نتیجے میں یہ منتخب ہونے والا نمائندہ ان سرمایہ داروں کا محافظ ہوتا ہے جبکہ پس ماندہ ممالک میں تو یہ اور زیادہ بگڑی ہوئی شکل میں ہوتا ہے۔ ان ممالک میں عموماً شعور کی کمی ہوتی ہے اور تعلیم کا بھی فقدان ہوتا ہے۔ صرف چند مخصوص پڑھ لکھے افراد ہی انتخاب میں حصہ لیتے ہیں اور یوں یہاں چند مخصوص پڑھ لکھے افراد یا خاندان اس جمہوریت کے نام پر اکثریت کا خوب استعمال کرتے ہیں۔ اس کی واضح مثال پاکستان اور ہندوستان جیسے ممالک میں دیکھی جاسکتی ہے۔

الغرض جمہوریت ایک ایسا نظام زندگی ہے جو کہ انسانوں کا تشکیل کردہ ہے اور بظاہر کامیاب ہے لیکن درحقیقت ناکام ہے اور اس نے انسانوں کو سوائے غلامیوں میں جکڑنے کے اور کچھ نہیں دیا۔ بقول شاعر:

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ یہ آزادی کی ہے نیلم پری

اتنی ارزاں تو نہیں ہے یہ زندگی.....!

ان شاء اللہ

ابود جانہ ثناء اللہ شہید

زندگی بہت قیمتی ہے، مرمت کروایا.....

یہ الفاظ بڑی تکرار سے سننے کو ملتے ہیں۔ بالخصوص جب کوئی بچہ آگ سے کھیلنے کی کوشش کرتا ہے..... جب کوئی طالب علم سکول کالج کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے دشمنیاں پالتا ہے اور گھر میں رکھے اسلحے سے دل لگاتا ہے..... جب کوئی منچلا سمندر کی موجوں کا نظارہ کرنے کے لیے ساحل سے نکراتی منہ زور لہروں کے سامنے اکھڑا ہوتا ہے اور جب سر بازار کوئی ون ویلنگ کے مظاہرے کرتا ہے..... جب کوئی نوجوان سگریٹ سے آغاز کر کے ہیروئن جیسے نشے کا عادی بننے لگتا ہے..... تو اسے ہر کوئی سمجھاتا ہے۔

مگر ان سے ہٹ کر بھی ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ زندگی بہت قیمتی ہے۔ تبھی تو ہر کوئی اسے بچانے اور سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہر شخص اس ”قیمتی“ زندگی کی دنیا میں بولی لگائے بیٹھا ہے۔ جی ہاں! شہرت، عزت، مال و دولت اور بے شکم خواہشات کے بدلے یہ زندگی بازار دنیا میں جنس ارزاں بن چکی ہے۔ ہمارے معاشرے میں ہر شخص ”شیخ چلی“ کی طرح خوابوں اور خواہشوں کے خوشنما گل تیار کرتا ہے اور پھر ان کی تعبیر میں مارا مارا پھرتا ہے۔ بسا اوقات تو یہ ادھورے ہی رہتے ہیں لیکن اگر وہ ان سب کا کچھ حصہ پابھی لے تب بھی اس پر مطمئن ہوتا ہے نہ مزید طلب و تمنا

کی بھوک مٹتی ہے۔ کیونکہ ایسے کئی اور محلات بھی تیار کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر خواہشوں اور حسرتوں کی بھٹی اور بھی شدت سے بھڑکنے لگتی ہے اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا حتیٰ کہ سانسوں کی بے اعتباری لڑی ٹوٹنے لگتی ہے اور سینے ان پتنگاریوں کو دلوں میں چھپائے خاک کا رزق بننے لگتے ہیں۔ تب فکر سلیم والے یہ سوچنے پر مجبور

ہو جاتے ہیں کہ یہ کیسی ”جنت“ ہے جو ایک سراب کے سوا کچھ بھی نہیں۔

محترم قارئین! زندگی یقیناً قیمتی ہے مگر اس کے قیمت کیا ہے؟ بھانت بھانت کی بولیوں کے ہنگام آسمان کے رب کا بیان سماعتوں سے نکراتا ہے تو جیسے اہل ایمان کو اپنی متاعِ گم گشتہ مل جاتی ہے۔

وقار احمد

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ. (البقرہ: 207)

یعنی اپنی زندگی کی خواہشات اور غم، دوشی و تنگی و راحت، گوشت پوست جسم اور اپنا نفس رضائے رب کے لیے بیچ ڈالو.....

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ. (التوبہ: 111)

اہل ایمان کے جان و مال کے بدلے..... بہشت کے باغات ان کا مقدر ٹھہریں گے..... عالی شان محلات کے وہ مکین

آج بھی خبیب بن عدی، حرام بن ملحان اور عمیر بن حمام رضی اللہ عنہم کے نقش ہائے قدم پر چلنے والے کچھ ایسے نوجوان ہیں جنہوں نے متاعِ دل و جان اور اربانوں کے دشت بے اماں کے بدلے فردوس کے باغ و بہار اور بہشتی انہار کو زیادہ قیمتی جانا

ہوں گے..... حور و غلمان کے وہ مالک ہوں گے..... انبیاء، صدیقین، صالحین کے ساتھ اعزاز و امتیاز کی رسیوں پر جلوہ افروز ہوں گے..... انہیں سفارش کا اختیار دیا جائے گا..... وہ حساب و کتاب سے ماورا ہوں گے..... قبر کی سزا، روز قیامت کی گھبراہٹیں، میزان اور پل صراط کی آزمائشیں اور جہنم کا درد ناک

عذاب..... وہ ان سب سے مبرا ہوں گے۔

پس یہ پیشکش اور یہ تجارت بہت سوں کو سمجھ آگئی۔ انہیں اپنے رب کے وعدوں پر اس طرح یقین آ گیا کہ جیسے انہیں ایک دن موت کے آجانے پر تھا۔ پھر انہوں نے اس حقیر جسم و جاں کے بدلے جنت کا سودا کر لیا۔ یہی نہیں اس وعدے پر پورے اترنے کے لیے انہوں نے ہر رکاوٹ کو عبور کیا اور ہر زخم سہا۔ آزمائش کے ہر نشتر کو جھیل کر مسکراتے رہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت ان کے لیے حیات بخش ٹھہری۔ بھڑکتی آگ گلزار بنی اور پھانسیوں کے پھندے رفعت کا سفر..... وہ قیمتی ریتوں پر لٹائے گئے لیکن احدا حد کا کلمہ ان کی زبانوں سے علیحدہ نہ ہو سکا..... وہ اپنی آگ کے انگارے ان کے شعلہ ایمان پر حاوی نہ ہو سکے..... وہ تنہ دار پر لٹکائے گئے مگر رسول عربی ﷺ کی محبت ان کے دلوں سے نہ نکالی جاسکی بلکہ جب جسموں پر نیزوں کے کچوکے اور زخم لگائے جانے لگے تو زبانوں سے یہ پکارا ٹھٹھی رہی۔

وَلَسْتُ أَبْلَى حَيًّا أَقْتُلُ مُسْلِمًا
عَلَيَّ أَثَى شَقِي كَانَ لِنَفْسِهِ مَصْرَعِي
وَذَلِكَ فِى ذَاتِ لَا إِلَهَ وَآلٍ يَشَاءُ
يُؤَارِكُ عَلَى أَوْصَالِ
شَلْوِ مَمْرَعِ

”جبکہ میں اسلام کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کسی بھی قسم کی پرواہ نہیں ہے چاہے میں اللہ کے راستے میں کسی پہلو پر بھی گروں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہے اور اگر وہ چاہے تو اس جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے سکتا ہے جس کی بوٹی بوٹی کردی گئی ہو۔“

عین معرکوں میں جب تیر دھڑ سے آ پار ہو جاتے تو خون کے چھوٹے فواروں کو دیکھ کر یقین و اطمینان سے لبریز ”فُزْتَ

جنہوں نے متاعِ دل و جان اور امانوں کے دشت بے اماں کے بدلے فردوس کے باغ و بہار اور بہشتی انہار کو زیادہ قیمتی جانا۔ اس ادراک کے بعد ایقائے عہد کی جستجو نے ان کے کردار و اخلاق کو ایسا نکھارا کہ قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہونے لگی۔ ان کی پیشانیاں سجدوں کی لذت سے آگاہ اور دلِ معرکوں کے لیے مچلتے رہے۔ وہ اپنے رب کے سامنے تنہائیاں میں کھڑے ہوتے تو ان کی آنکھیں جہنم کے خوف، جنت کی طمع اور شہادت کی آرزو میں برستی برکھابن کران کے دلوں کے داغ و دھوڑ اٹھیں اور خالقِ کائنات کے سامنے ان کی

مسرتوں کے مہمان ٹھہرتے۔ ان کے رب نے ان سے اپنے دین کی سر بلندی کا کام لیا اور ان کو دنیا و آخرت کی عزت و سرفرازی اور اطمینان بھی عطا کیا۔ غربت و تنگ دستی کے باوجود وہ غنی اور فیاض رہے۔ آزمائش اور عسرت کے باوجود وہ اسودہٗ قلب اور مطمئن ٹھہرے کہ ان سے ان کے مالک کا یہی وعدہ تھا۔
فَاتَّاهُمُ اللَّهُ فُؤَادًا وَخَسَّنَ فَوَابَ الْآخِرَةِ
وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ (آل عمران: 148)
یومِ برزخ کی سدا بہار کارائیوں کے ساتھ وہ دنیا میں

وَرَبَّ الْكَعْبَةِ، ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا، کی صدا بلند ہوتی۔ محاذوں سے اڑتی دھول سے وہ جہنم کی آگ سے آزادی کے پروانے پاتے رہے اور بدرواح کی وادیوں اور پہاڑوں میں جنت کی خوشبو ان کے نھنوں سے نکراتی رہی۔ وہ ستائے گئے تو جہنم کے سفر پر نکلے۔ عزیسوں کی راہوں پر رواں حق و باطل کے معرکے جتے تو کوئی بھی پیچھے آنے کی آرزو نہ رکھتا۔ اپنی منزلوں کی طرف گامزن وہ چند ساعتوں کی تاخیر بھی برداشت نہ کرتے تھے۔

وصیت نامہ

پیارے ابو جان! آپ نے بیٹے کی قربانی دے دی۔ یہ آپ کے لئے مشکل تھا تو آپ دائرہ کی مکمل طور پر معاف کر دیں کیونکہ یہ تو آسان ہے۔ نمازوں کا خاص اہتمام کریں۔ تہجد اور اشراق کو لازم پکڑ لیں۔ مجھ سے بہت زیادہ غلطیاں ہوئیں، اللہ کے لئے معاف کر دیں اور مجاہدین کے ساتھ خصوصی محبت کریں۔

پیاری امی جان!

آپ کو میری جدائی کا بہت دکھ تو ہوا ہوگا۔ لیکن اس کو اللہ کی رضا سمجھ کر برداشت کرتا۔ اس کے بدلے میں ہمیں اللہ آخرت میں اکٹھا کر دے گا کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ شہید اپنے والدین، بہن بھائیوں سمیت ستر شتے داروں کی سفارش کر کے ان کو جنت میں لے کر جائے گا۔

میری قوم کو میرا یہ پیغام سنا دینا

ہر قوم پر زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب زبان یا قلم کی نسبت تلوار کے فیصلے زیادہ موثر اور ضروری ہوا کرتے ہیں۔ اس دنیا میں عزت اور سر بلندی صرف ان لوگوں کے لئے ہوتی ہے جو اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ آزادی کے باغات صرف اسی سر زمین پر لہلہاتے ہیں جس کی آبیاری شہیدوں کے خون سے کی جاتی ہے جو بننے کے لئے ہمیشہ بے تاب رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم بلکہ بھی نکلو اور بوجھل بھی نکلو اور اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں جس کو مرنے کے بعد اللہ کے ہاں اچھا اجر و ثواب ملے اور پھر بھی وہ دنیا میں آنا پسند کرے اگرچہ اس کو ساری دنیا جو کچھ اس میں ہے سب کچھ دے دیا جائے، سوائے شہید کے کہ وہ شہادت کی فضیلت دیکھ کر چاہے گا کہ دنیا میں واپس آئے اور دوبارہ اللہ کی راہ میں مارا جائے۔

اے امت کے غیور جوانو! ان ماؤں، بہنوں کی پکار جو چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں کہ امت محمدیہ میں ہے کوئی جو ہماری مدد کو آئے۔ اگر نبی کریم ﷺ نے پوچھ لیا کہ تمہاری نوجوانی میں میری توہین کی گئی، میرے کارٹون بنائے گئے تو پھر ہم اُدھر کیا جواب دیں گے۔ اس وقت سوائے ملامت کے اور کچھ بھی نہیں ہاتھ آئے گا۔

میرے بھائیو! یہ دنیا فانی ہے۔ آج نہیں تو کل یہ دنیا چھوڑ جاؤ گے لیکن ذرا سوچو آپ نے آخرت کی کتنی تیاری کی ہے۔ ڈرو اس سخت ترین دن سے جو پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ یاد رکھو! موت تو ہر حال میں آتی ہے لیکن شہادت کی موت وہ موت ہے جس کی خواہش رسول اللہ ﷺ نے کی۔ آخرت کی فکر کریں اور اس دنیاوی زندگی کو چھوڑ دیں۔ یہ تو ساٹھ ستر یا پھر اسی برس کی ہے۔ شہادت کی موت سب سے افضل ترین موت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ آپ کو جہاد کی سمجھ عطا فرمائے۔

میرے گاؤں کے باسیو! میرے بعد میری گن کو گرنے نہیں دینا۔ اگر کوئی غلطی مجھ سے ہو گئی ہو تو اللہ کے لئے معاف کر دینا۔ اللہ میرا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

سفارش بن جاتی۔

پھر وہ اپنی جان بھٹیل پر رکھ کر 'فرت و رب الکعبہ' کی صدائے یقین کی تمنا لیے جنگوں اور کوساروں کے کین بنے۔ پس مالکِ ارض و سماء نے انہیں اس چیز سے بے نیاز کر دیا جس کے لیے اہل دنیا بھاگے پھرتے ہیں اور ہر وہ چیز ان کا مقدر ٹھہری جس

سرخ و ٹھہرے۔ نصرتِ الہی کے ساتھ فتوحات کے دوران زمانے کی نعمتیں ان پر اس طرح کھلیں کہ وہ ان سے بچنے کے لیے گئے پناہ ڈھونڈنے لگے۔

آج بھی خبیث بن عدی، حرام بن ملحان اور عمیر بن حمام رضی اللہ عنہم کے نقوش ہائے قدم پر چلنے والے کچھ ایسے نوجوان ہیں

لَئِنْ أَنَا حَيِّتْ حَتَّى أَكُلَ تَمْرًا أَتَى هَذِهِ أَنِّهَا لَحَيَاةً طَوِيلَةً۔

”اگر میں اس وقت تک زندہ رہا کہ اپنی کھجوریں ختم کروں تو یہ زندگی بہت طویل ہو جائے گی۔“
یہاں تک کہ گھمسان کے رن میں کود پڑتے اور ابدی

کا تقاضا وہ اپنی مناجات میں کرتے رہے۔ کیا یہی وہ ابطال نہیں جنہوں نے اپنے خون سے ملت بیضاء کی جبین کو روشن کیا۔ جن کی جوانیاں امت پر غلامیوں کا قرض اتارنے کے کام آئیں۔ جو اسلام اور اہل اسلام کے لیے شہر سایہ دار ثابت ہوئے مگر دشمنان دیں کے لشکروں پر تازیانہ ہزیمت بن کر رہتے رہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ نے انہیں شہادتوں کی نعمتوں سے سرفراز کیا۔

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيَذْخُلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَفَهَا لَهُمْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُفْتِكَمُ ۝

(سورہ محمد: 5-7)

”وہ ضرور انہیں راستہ دکھائے گا اور ان کے احوال درست کر دے گا۔ اور انہیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انہیں پہچان کر دیا ہے (اسے وہ بخوبی جانتے ہیں)۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔“

اپنے رب سے کیے وعدوں کو نبھانے والوں میں ایک ابودجانہ ثناء اللہ شہید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آئیے! کچھ ان کا تذکرہ کریں۔

بتانے والا تبار تھا کہ لوگ ایک بڑے جلے کی صورت میں جمع تھے۔ مہر رسول ﷺ پر کھڑا عالم دین جہاد اور مجاہدین کی فضیلت، شہید کے انعامات اور مظلوم امت کے بے بسی کے حالات بیان کر رہا تھا۔ اس مجلس میں ثناء اللہ کے والد بھی موجود تھے۔ انہوں نے یہ خطبہ سنا تو اپنے بیٹے کو دین کے لیے وقف کر دیا۔ لوٹ کر گھر آئے تو یہ بات گھر والوں کی موجودگی میں اپنی بیوی سے کہی۔ انہوں نے بھی اس عمل کی تحسین کی اور ثناء اللہ کو راہ جہاد میں روانہ کرنے کا عہد کیا۔ تب ثناء اللہ بھائی بہت چھوٹے تھے۔ انہوں نے یہ بات سنی تو ننھے اسماعیل علیہ السلام کی طرح دل ہی دل میں اس کی تصدیق کی اور اپنے آپ کو اس کے لیے آمادہ پایا۔ پس یہ بات ان کے دل و دماغ میں ثبت ہو کر رہ گئی۔

گزرے وقت کے ساتھ زندگی کروٹیں بدلتے بیچیں سے لڑکپن اور لڑکپن سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے لگی وہ تو سکول سے کالج میں پہنچ گئے۔ پڑھائی کے ساتھ انہیں بہت لگاؤ تھا۔ سکول میں لائق ترین طلباء میں سے تھے۔ اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ گھر میں سب سے چھوٹا ہونے کے ناطے گھر والوں کی خصوصی شفقت حاصل تھی۔ ہر خواہش پوری کی جاتی۔ گھر والے ان کی پڑھائی کے ساتھ لگن دیکھتے تو انہیں اعلیٰ تعلیم دوانے کا ارادہ کرتے مگر کالج کے دوران جب تربیت جہاد کے لیے گئے تو اس کے بعد

کھڑ گئے۔ اخلاق و کردار کی پاکیزگی اور زندگی کے مقصد سے آگاہی مل گئی۔ حیات دنیا کی بے وقعتی اور بے ثباتی ان پر عیاں ہو گئی۔ دل کچھ کر گزرنے کے جذباتوں سے چھلنے لگا۔ انٹرکمل کیا تو گھر والوں سے اجازت طلب کرنے لگے۔

ان کے والد کہتے بیٹا ہم تو تمہیں پڑھانا چاہتے ہیں اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ تم گھر میں سب سے چھوٹے ہو اور تم ہی ہمارے آخری وقت کا سہارا ہو۔ یہاں رہ کر دین کی خدمت کرلو۔ وہ کہتے ابا جان! اللہ نے آپ کو اتنے بیٹے دیے ہیں۔ کسی ایک کو تو اللہ کی راہ میں وقف کر دیں۔ روز قیامت اگر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں سوال کر لیا کہ اگر میں تمہیں بیٹوں کی جگہ بیٹیاں دے دیتا تو تم میرا کیا بگاڑ لیتے۔ تو آپ اس وقت کیا جواب دیں گے؟

اللہ تعالیٰ کو بہترین چیز کی قربانی محبوب ہوتی ہے۔ ہم

اگر وہ چاہتے تو لذتوں اور راحتوں سے بھرپور زندگی گزار لیتے مگر شاید وہ جن راہوں کی مسافر تھے ان کی منزلیں کچھ انوکھا ہی منظر رکھتی تھیں کہ انہوں نے دنیا کی چونچل حسینہ کے فریب میں آنے سے انکار کر دیا

جب قربانی کرتے ہیں تو سب سے اچھا جانو قربان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر میں آپ کو زیادہ پسند ہوں تو پھر اللہ کو یہ قربانی بھی زیادہ پسند آئے گی اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ روز قیامت آپ کو دے گا۔

وہ اپنی والدہ کو ازراہ محبت لپٹ جاتے۔ اللہ کے وعدوں کی سچائی اور جنتوں کے انعامات کا ذکر کرتے، شہید کے والدین کا روز قیامت اعزاز و اکرام بیان کرتے اور ان سے جہاد کی رخصت طلب کرتے۔ وہ جتنی دیر یہاں رہے اپنے گھر والوں کی اصلاح کرتے۔ انہیں گھر کا ماحول اسلامی بنانے، حلال طریقے سے کمانے اور حرام سے بچنے، نماز و روزہ، اللہ سے خصوصی تعلق قائم کرنے اور اولادوں کی نیک تربیت کرنے کی نصیحت کرتے رہتے۔ وہ اصلاح معاشرہ کے لیے دعوت کے میدان میں بھی سرگرم عمل رہے۔

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے والد کہتے ہیں کہ وہ اپنے معاشرے کے عام لڑکوں کے ساتھ نہیں گھومتے پھرتے تھے۔ ان کی طرح چوک چوراہوں پر وقت برباد کرنے والے نہیں تھے۔ ان کی آنکھیں حياء سے چمکی رہتیں۔ ان کی کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑے اور زیادتی کی کبھی کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی بلکہ اگر کسی کی طرف سے کوئی زیادتی ہوتی تو اس سے درگزر کر جاتے تھے۔ سکول کے اساتذہ نے بھی ان کے بارے میں کبھی کوئی شکایت نہیں

کی۔ زندگی میں جن لوگوں کے ساتھ کبھی ان کا تعلق رہا وہ سب ان کی شرافت اور اچھے اخلاق کی گواہی دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت سے لگاؤ کی یہ کیفیت تھی کہ ان کے ساتھی ان کی نماز دیکھ کر کہتے کہ ابودجانہ نے بہت جلد شہید ہو جانا ہے۔ اس طرح کی نماز ہم نے دیکھی ہی نہیں۔ وہ تہجد، اشراق اور تلاوت قرآن مجید کے پابند تھے۔ صبح وشام اور اٹھتے بیٹھتے ذکر الہی ان کی زبان سے جاری رہتا۔ دنیا داری کی طرف ان کی سوچ بالکل نہیں تھی۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بجا ہوگا کہ دنیا انہیں اچھی ہی نہیں لگتی تھی۔ ان کا شوق شہادت اور اللہ سے خصوصی تعلق دیکھ کر ان کے والد نے انہیں جہاد کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد وہ تربیتی مراحل کے لیے نکلے اور تربیت گاہوں کی خاک سے اپنے بدن کو مرکاتے رہے اور پلٹ کر جھپٹے اور چھپٹے کر پلٹنے کی غرض سے اپنے لہو کو گرماتے رہے۔

لبا قد، مضبوط جسم اور وجیبہ شکل کا مجاہدانہ ربع ان کی شخصیت سے ٹپکتا تھا۔ مگر نظروں میں شرم و حیا، کردار میں عاجزی اور حسن اخلاق ان کا خاصا تھا۔ اس کے ساتھ گھر کی پیار و محبت

اور ہر مانگ کی تکمیل..... تعلیم میں اچھی پوزیشن..... یہ سب ان کے پاس تھا۔ بڑے بڑے گھرانوں کی طرف سے شادی کی پیشکش..... گو مالک نے انہیں وہ کچھ عطا کیا تھا جو بازار دنیا میں منگے داموں بکتا ہے۔ اگر وہ چاہتے تو لذتوں اور راحتوں سے بھرپور زندگی گزار لیتے مگر شاید وہ جن راہوں کی مسافر تھے ان کی منزلیں کچھ انوکھا ہی منظر رکھتی تھیں کہ انہوں نے دنیا کی چونچل حسینہ کے فریب میں آنے سے انکار کر دیا۔ وہ میدانوں میں اترنے کے لیے گھر سے نکلے تو امیر صاحب نے تربیت گاہ میں ان کی ذمہ داری لگا دی۔ وہ اس فریضے کو سرانجام دینے لگے۔ انہوں نے بیسیوں نوجوانوں کو شاہراہ جہاد پر چلنے اور باعزت اور کامیاب زندگی گزارنے کی تربیت دی۔ اس دوران میں امیر سے اجازت طلب کرتے رہے۔ گھر والوں سے شکایت کرتے کہ شاید آپ لوگ میرے لیے دعا نہیں کرتے جو اللہ نے مجھے ابھی تک قبول نہیں کیا۔ تو ان کے والد کہتے کہ جب تک تمہاری دعا اور کوئی ادا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئے گی تب تک کام نہیں بنے گا تمہاری جلدی سے نہیں بلکہ اللہ کی مرضی سے ہوگا۔ پھر کچھ عرصہ بعد امیر جہاد نے انہیں اجازت دے دی۔ آخری بار وہ گھر ملنے آئے اور اس کے بعد مجاہد کی طرف روانہ ہوئے۔ رزم گاہ میں اترے اور غاصبوں کے خلاف معرکہ زن رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کی نعمت سے نوازا جو وہ اپنے چہیدہ بندوں کو دیتا ہے۔ شہادت کے بعد

میکسیکو 24.2 فیصد کے ساتھ دوسرے نمبر پر جبکہ امریکہ 30.6 فیصد کے ساتھ پہلے نمبر پر ہے۔ (Nation Master)

دیارِ مغرب میں رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ زراب کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پر بنے گا آشیانہ ناپائیدار ہوگا
(اقبال)

بے روزگاری بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور
Occupy Wall Street جیسی زور دار تحریکیں مغربی
ممالک میں مضبوط ہو رہی ہیں۔ آخر ان مسائل کا حل کیا ہے؟؟
کیا کوئی حل ہے بھی یا نہیں؟ اگر ہے تو کس کے پاس؟

محترم قارئین! یہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں
کے تمام مسائل کا حل اپنی شریعت میں رکھا ہے۔ جب نبی ﷺ دنیا
میں آئے تو لوگ اس سے بھی بدتر زندگی گزار رہے تھے۔ جہالت
کی انتہائی۔ باپ بیٹی کو اپنے ہاتھوں ذبح کر دیتا تھا۔ جب نبوت ملی
اور دین کا کام شروع ہوا تو حالات یکسر بدل گئے۔ دعوت اور
جہاد کے میدان سج گئے۔ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر قربانیاں دیں۔
گھروں کو چھوڑا، ذاتی مسائل پر اسلام کو ترجیح دی۔ دعوت و جہاد
کے ذریعے مسائل کی جڑ کٹ گئی۔ لوگوں کی اصلاح ہوتی چلی
گئی۔ باطل کمزور ہوتے ہوئے مٹ گیا اور اسلام لاکھوں مربع میل
تک پہنچ گیا اور وہاں کے باشندوں کی زندگیوں میں سکون آ گیا۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو رسول
اللہ ﷺ نے ان کو خوشخبری دی کہ ایک وقت آئے گا کہ ایک
عورت ”حرا“ سے چلے گی۔ زیورات پہنے ہوئے ہوں گے، مکہ
آئے گی اور واپس بھی چلی جائے گی، اس طویل سفر کے دوران
اسے کسی کا کوئی خوف نہ ہوگا۔ مزید خوشخبری یہ دی کہ غربت کا خاتمہ
ہو جائے گا۔ لوگ زکوٰۃ کا مال لے کر مستحقین کو تلاش کریں گے
اور ڈھونڈنے سے بھی کوئی مستحق نہیں ملے گا۔ تیسری خوشخبری یہ
سنائی کہ مسلمان ایران کو فتح کر لیں گے اور یہ تینوں چیزیں حضرت
عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

آج بھی دنیا میں امن آئے گا اور ضرور آئے گا تو صرف
اور صرف اسی ایک راستے سے ہی آئے گا۔ اسلام ہی وہ واحد نظام
اور دین ہے جو انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے اور تمام مسائل
کا حل رکھتا ہے۔ یہ محض خواب نہیں کہ اسلام کا نظام قائم ہوگا، بلکہ
یہ بات حقیقت ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بے شمار
احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ قیامت کے قریب بڑی بڑی
تبدیلیاں آئیں گی اور اسلام دنیا میں امن قائم کرے گا۔

(ان شاء اللہ)

دن بعد میں اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ کوئی چوت تو نہیں
گئی.....؟ کہنے لگا: ہاں سینے پر مگر اس پر ہم لگ گئی ہے۔

والد کے تاثرات

شاء اللہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹا اور سب سے
لاڈلا تھا۔ ہم نے بچپن سے شہادت تک اسے تمام اشیائے
ضرورت مہیا کیں۔ وہ تعلیم اور حسن اخلاق کے اعتبار سے تمام
بھائیوں پر فوقیت لے گیا۔ اساتذہ کا بہت ادب کرنے والا اور
فرمانبردار تھا۔ اس کے اساتذہ اس کی ذہانت اور محنت کے معترف
تھے۔ انہوں نے شاء اللہ کو مزید اور بہتر تعلیم دینے کا مشورہ دیا مگر
اللہ نے اس کا ذہن اپنے راستے کی طرف پھیر دیا تھا۔ دنیا داری
میں اس کا دل نہیں لگتا تھا۔ وہ ہمیں سمجھاتا تھا کہ اباجی! اگر میں

والد سے کہتے: ابا جان! اللہ نے آپ کو اتنے بیٹے دیئے ہیں۔ کسی ایک کو تو اللہ کی راہ
میں وقف کر دیں۔ روز قیامت اگر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں سوال کر لیا کہ اگر میں تمہیں
بیٹوں کی جگہ بیٹیاں دے دیتا تو تم میرا کیا بگاڑ لیتے؟ تو آپ اس وقت کیا جواب دیں گے؟

یہاں مر گیا تو کیا آپ مجھے بچالیں گے؟ مجھے اللہ کے لیے وقت
کر دیں۔ اس کا کردار اور اپنے رب سے معاملہ ہی ایسا تھا کہ وہ
بہت جلد جہاد کے رستے میں قبول ہو گیا۔ میں سوچتا ہوں کہ اس کی
موت کا دن تو مقرر تھا کہ اگر وہ یہاں کسی حادثے میں مر جاتا تو
میں کیا کر سکتا تھا؟ یہ تو اللہ کا فضل تھا کہ اللہ نے اسے اپنے راستے
میں شہادت سے سرفراز کیا۔

ایک بات جسے میں یاد کرتا ہوں تو مجھے بہت حوصلہ ملتا
ہے۔ جب وہ آخری بار مل کر جانے لگا تو میں نے پوچھا اب دوبارہ
کب ملاقات ہوگی؟ کہنے لگا اباجی! اب جنتوں میں بی بی میل ہوں
گے۔ میری آنکھوں میں خوشی اور اطمینان کے آنسو تیرنے لگے۔
میں نے غم آنکھوں کے ساتھ اسے کہا کہ بیٹا دیکھو! تم جا رہے
ہو اب تمہارے ساتھ میں ہوں گا نہ تیرے بھائیوں میں سے
کوئی، تو دشمن کے سامنے جھکنا نہیں۔ محشر میں جب جمع ہوں تو
ہمیں اللہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا، دشمن کو پشت نہ دکھانا، سینے پہ
گولی کھانا!

میں نے شہادت کے بعد کی اس کی تصویر دیکھی تو وہ
جھاڑیوں میں لیٹا اطمینان بھری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا اور اس
کے سینے پر فائر لگا ہوا تھا۔ اس بات نے میرا سینہ ٹھنڈا کر دیا کہ میرا
بیٹا اس بات پر قائم رہا اور یقیناً اللہ نے اس کی قربانی کو قبول کر لیا۔
(ان شاء اللہ)

شکست خوردہ دشمن اپنا غصہ ان کی لاش پر نکالتا رہا۔ مگر اسے کیا خبر
کہ ان کی روح قفسِ غصہ سے پرواز کر کے باغیانِ جنت میں سبز
پرندوں کا لباس زیب تن کئے دنیا کے جھنجھٹوں سے آزاد ہو چکی
تھی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ
أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ
أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ .

(آل عمران: 169-170)

”اور تم ان لوگوں کو جو اللہ کے رستے میں شہید کر دیے گئے
ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا

رہے ہیں۔ اس پر بہت خوش ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے
دیا ہے اور ان کے بارے میں بھی بہت خوش ہوتے ہیں جو (ابھی)
ان کے ساتھ ان کے پیچھے سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے
اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

ابو دجانہ شہید رضی اللہ عنہ کی سعید بخت روح اللہ تعالیٰ سے
شہادتوں اور قربانیوں کے وعدے کرنے والوں، جن کے قدم
دعوت و جہاد کے راستے پر لڑکھڑا رہے ہیں اور جو دنیا کی زلف گرہ
گیر کے اسیر بن کے شاہراہ جہاد پر چلنے سے گریزاں ہیں، سے
ضرور سوال کرتی ہوگی کہ وہ تکمیلِ عہد کے لیے کس وقت کے منتظر
ہیں.....؟

والدہ کے تاثرات

شاء اللہ شروع سے نیک اور لائق بچہ تھا۔ ہم نے اسے
دین کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ وہ اسی بات کو لے کر اس
پر پورا اترا۔ نماز، تہجد، اشراق کا پابند تھا۔ گھر والوں کو ہر وقت
نصیحت کرتا۔ دین اس کے لیے ہر چیز سے مقدم تھا۔ میں نے کبھی
اسے پریشان نہیں دیکھا تھا بلکہ جب وہ مجھے پریشان دیکھتا تو مزاح
میں کہتا کہ ماں جی آپ تو یوں ہی پریشان ہو جاتی ہیں! میں اسے
بہت مستکراتا دیکھ کر خوش ہو جاتی۔ اس کی ساری زندگی میں کبھی کسی
سے بد اخلاقی اور لڑائی کی کوئی شکایت نہیں ملی۔ اللہ کو اس کا
کردار پسند تھا تو اس نے اسے جلد قبول کر لیا۔ شہادت کی خبر کے پانچ

اولئک کالانعام بل هم اضل...

تعلیمی اداروں میں Pet Show کا انعقاد

امت مسلمہ کے شباب کو تہذیب مغرب کا نشہ چہ معنی دارو؟

"Be an animal this winter"

ایک پاکستانی انگریزی روزنامے پر چلی حروف میں لکھے اس جملے پر نظر پڑی تو اس نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اس کا مفہوم کیا ہے؟ کچھ الفاظ بظاہر بہت مختلف دکتے ہیں لیکن وہ رویوں اور سوچوں پر گہرا اثر مرتب کرتے ہیں۔

چونکہ یہ دور میڈیا وار کا ہے اور یہ ہتھیار دشمن کے ہاتھ میں ہے اس لیے وہ اسے بھرپور انداز میں استعمال کر رہا ہے۔ تعلیم اور میڈیا کسی بھی قوم کی فکری تباہی کے لیے سب سے موثر ہتھیار ہیں۔ اسی سلسلے میں لاہور میں ایک مشہور مشنری ادارے میں ہر سال ایک "Pet Show" کروایا جاتا ہے۔ جس کے انعقاد سے پہلے بڑے بڑے پرکشش اور ترغیب دلانے والے تشہیری

فلکیں لگوائے جاتے ہیں اور باقاعدہ رجسٹریشن کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔ اس میں کتوں، بلیوں، گلہریوں، کچھوؤں، مرغیوں، گھوڑوں، کبوتروں، کوؤں اور اسی طرح کے کئی دیگر جانوروں اور پرندوں کی

نمائش منعقد ہوتی ہے۔ ان کے مقابلے کرائے جاتے ہیں۔ خوبصورتی، دیکھ بھال، حفاظت اور دیگر بنیادوں پر اول، دوم، سوم آنے والوں کو انعام دیے جاتے ہیں۔ دن بھر یونیورسٹی میں بھونکتے کتے دکھائی دینے اور ایسا نظر آتا ہے کہ یہ کوئی تعلیمی ادارہ نہیں بلکہ چڑیا گھر ہے۔ یہ صورتحال مجھے تین صدیاں قبل سب سے

زیادہ زیر بحث ڈارون کی پیش کردہ تھیوری کی طرف لے گئی۔

ڈارون نے اپنے ارتقاء کے متعلق یہ تھیوری پیش کی تھی کہ انسان کی ابتداء چیمپنزی یا اس جیسے جانوروں سے ہوئی تھی۔ یعنی انسان ہزاروں صدیاں پہلے کسی جانور کی شکل میں تھا اور پھر آہستہ

کھچھ // حارث انیس

آہستہ وہ بدلتے ہوئے موجودہ شکل میں آ گیا۔ اس کی عقل، سوچ اور صورت میں تبدیلیاں رونما ہوئیں جو اسے موجودہ حالت میں لے آئیں۔ جہاں اس نے اپنی عقل کی بنیاد پر دنیا کو تسخیر کر لیا۔

ڈارون کے اس نظریے پر بہت سے سنجیدہ سوالات اٹھائے گئے ہیں اور انہیں مطمئن نہ کرنے کی صورت میں بڑی دنیا

یہ بجائے کہ اسلام تفریح سے روکتا نہیں لیکن ایک مسلمان کو فضول سرگرمیوں سے بچا کر

ایسا نظام زندگی دیتا ہے جو تمام فطرتی خوبصورتیوں سے مرصع ہے۔ رسول اللہ ﷺ

نے نشانہ بازی، گھڑسواری اور شمشیر زنی کی بہت فضیلت بیان کی ہے

اسے جھٹلا چکی ہے مگر ڈارون کی فکری اولاد کو اگر ہم دیکھیں تو یہ نظریہ اس نظام زندگی کا لازمی حصہ بن چکا ہے۔ مثلاً مغرب کا طرز زندگی، افراد کی عادات، خیالات میں حیوانیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ ہاں البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ اس حیوان نے اپنے آپ کو بہت زیادہ ترقی یافتہ اور سامان ضرورت سے لیس کر لیا ہے۔ یہ

اپنے دشمن سے ایسا ہی سلوک کرتا ہے جیسے جانور کرتے ہیں۔ اس کی مہار بھی اپنی عقل کے ہاتھ میں ہے۔ یہ بہت زیادہ اخلاقی اقدار کا دعویدار تو ہے لیکن جب اسے کوئی مقصد حاصل کرنا ہوتا ہے تو یہ تمام اخلاقیات بھاڑ میں چلی جاتی ہیں۔ اس کا خاندانی و معاشرتی نظام بھی جانوروں جیسا ہے۔ اس کے لیے کوئی اخلاقی حدود و قیود نہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ جسم کے اعتبار سے انسان ہونے کے باوجود بجائے انسانوں کے جانوروں سے بہت زیادہ الفت رکھتا ہے۔ انہیں اپنا ہمنوا سمجھتا ہے۔ اس کا کھانا پینا، رہنا سہنا خوشی اور غمی..... رذیل اور پلید جانوروں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ
الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَقْوًى لَهُمْ.

”وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور آگ ان کے رہنے کی جگہ ہے“ (سورہ محمد: 12)

اللہ رب العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کی زندگی کا ایک مقصد ہے۔ انسان شکل و صورت اور احساس و شعور کی بنا پر تمام مخلوقات سے ممتاز ہے۔ جبکہ جانور ان سب صفات سے خالی ہیں۔ ان کا مقصد تو صرف انسان کو کسی بھی صورت میں نفع دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مظاہر

بقیہ آئیے ورزش کریں

اصل میں ہم نے اپنے عیوب، سستی و کالی کو چھپانے کے لیے فیشن کا سہارا لیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ عیوب چھپانے کا دوسرا نام فیشن ہے۔ یعنی مختلف فیشن اور طریقے اپنانے کے اپنے آپ کو چھپایا جاتا ہے۔ چاہے کوئی مرد ہو یا عورت!

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کا حل کیا ہے.....؟

اگر انسان باقاعدہ ورزش کرے تو خون کی گردش تیز ہوتی ہے اور تازہ ہوا جو کہ آکسیجن کی صورت میں ہمارے پیچھے دروں میں اندر جاتی ہے اس سے اول تو خون صاف ہو جاتا ہے اور جسم کو خوراک ملتی ہے۔ پھر اسی طرح فاسد و زہریلے اور نقصان دہ مادے انسانی جسم سے خارج ہو جاتے ہیں جو ہمارے جسم میں بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ ہر عضو صحت مند اور طاقتور ہو جاتا ہے اور ان کے کام کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ جگر، گردوں اور پیچھے دروں کی بہتر کارکردگی سے فاسد اور نقصان دہ مادے خارج ہو جاتے ہیں۔ غذا بہتر ہضم ہو جاتی ہے اور جسم میں کوئی سرول اور فالتو چربی جمع نہیں ہو پاتی۔ جب یہ سب تبدیلیاں روزانہ ورزش سے ہوتی ہیں تو جسم کی سستی کا کلی اور مختلف بیماریاں، سردی، پٹھوں میں درد وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی جسم کی بہتر نشوونما ہوتی جاتی ہے۔ جسم کو صحیح خوراک ملنے کی وجہ سے قد کاٹھ بھی بڑھتا ہے اور مزید بہتر ہو جاتا ہے۔ خون کی گردش ہوتی ہے اور صاف خون زیادہ ملنے کی وجہ سے چہرے کی رنگت نکھر آتی ہے۔ انسان کی صحت بھرپور اور طاقت بحال رہتی ہے۔ مگر ہمارا حال اس سے قطعی مختلف ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

تیرے صوفے ہیں افگرگی، تیرے قالین ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

نوجوانی کی عمر میں جذبات و خواہشات کا طوفان زیادہ بھرا ہوتا ہے اور جذبات عقل پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس عمر میں آج کل کے نوجوان بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اس وقت نوجوان اپنے جذبات کو کنٹرول کرتے ہوئے صحیح تربیت کریں تو یہی نوجوان معاشرے میں طاقتور اور معزز کہلاتے ہیں۔ یوں وہ بہت سے برے کاموں، بیماریوں اور نفسیاتی مسائل سے بچ جاتے ہیں۔

کھیل ایک ایسی ورزش اور مصروف عمل چیز ہے کہ جس کے ذریعے سے نوجوان اپنے جذبات و خواہشات کو کنٹرول کرتے ہوئے اپنے جسم کو تندرست و توانا بنا سکتے ہیں اور پھر پورے کھیل کا مزہ تب ہی آتا ہے جب انسانی جسم مکمل فٹ ہو۔ اس حوالے سے مختلف کھیل، ورزشیں اور طریقوں پر اگلے شمارے میں بات کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

(جاری ہے)

کو تفریح، طبع، جسمانی صحت و قوت اور شہری دفاع کے قابل بنانے کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کی صورت میں امن عالم کا ضامن اور ذمہ دار شہری ہونے کا احساس دلاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر رکھ دی گئی ہے۔ (ابن ماجہ: 2688)

مگر گھوڑے صرف امیر زادوں کا شوق اور فخر کی علامت بن کر رہ گئے ہیں۔ ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ ایک اپنے مالک کے لیے اجر کا باعث ہے، دوسرا پردے یعنی دنیاوی نفع کے باعث اور تیسرا وہ جو اپنے مالک کے لیے عذاب کا باعث ہے۔ پہلا اسے جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے پالتا ہے اور دوسرا اسے اپنے ذاتی استعمال اور تیسرا دکھاوے، تکبر اور شہرت کے لیے۔

سوال یہ ہے کہ ہماری شباب کو ان فضول سرگرمیوں میں

ڈالوں کی فکری اولاد کو اگر ہم دیکھیں تو یہ نظریہ اس نظام زندگی کا لازمی حصہ بن چکا ہے

مثلاً مغرب کا طرز زندگی، افراد کی عادات، خیالات میں حیوانیت کی جھلک نظر آتی ہے

الجھانے کا کیا مقصد؟ فقط یہی کہ اس امت کے نوجوانوں کو قرآن، اسلام کے دفاع، غلبہ اسلام کے مقصد سے دور کر کے فقط طاؤس و رباب کا عادی بنا دیا جائے۔ جو اس کے نشے میں مدھوش رہیں اور دنیا پر ان کی تہذیب غالب رہے۔ ان کی قیادت و سیاست قائم رہے اور امت مسلمہ ان کے مفادات کی چراگاہ بنی رہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً (النساء: 102)

”وہ لوگ جنہوں نے فکریا چاہتے ہیں کہ کاش تم اپنے ہتھیاروں سے اور اپنے سامانوں سے غفلت کرو تو وہ تم پر ایک بار ہی حملہ کر دیں گے۔“

مگر ہمیں بحیثیت مسلمان کافروں کی تہذیب کی نقالی کرنے سے بچنا چاہیے تاکہ ہم اللہ کے غضب اور ناراضگی کو مول نہ لیں۔ کیونکہ

مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (ابوداؤد: 4013)

”جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔“

بقول شاعر

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توپ
بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ



کائنات پر غور نہ کر کے اللہ کی پہچان نہ کرنے والوں، واضح دلیل کے باوجود انکار کرنے والے سرکش انسانوں کی مثال جانوروں سے دی ہے۔ جن کے لیے دنیا کی زندگی کوئی حقیقی معنی نہیں رکھتی اور وہ اسے جانوروں کی طرح اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق گزار دیتے۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضَّمُّ الْبُحْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ.

(سورہ انفال: 22)

”بے شک تمام جانوروں سے برے اللہ کے نزدیک وہ بہرے، گونگے ہیں، جو سمجھتے نہیں۔“

جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے کو پلید اور ذلیل جانور قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (بخاری)

اسی طرح نبی ذیشان ﷺ کا فرمان ہے:

عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کتے بھی اللہ کی مخلوق ہیں تو میں تمام کتوں کے کو قتل کا حکم دیتا۔ تم مکمل طور پر سیاہ کتوں کو قتل کر دیا کرو۔ جو لوگ مویشیوں اور کتوں کی دیکھ بھال کے لیے اور شکار کی غرض کے علاوہ کتا رکھتے ہیں ان کے نامہ اعمال میں روزانہ دو قیراط ثواب کم کر دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ: 3206)

جبکہ ابن ماجہ، سنن ابی داؤد کی ہی ایک دوسری روایت میں ایک قیراط ثواب کا ذکر ہے۔ ایک قیراط ایک اصد پہاڑ کے برابر ہے۔ اس حدیث سے یہ سمجھ آتی ہے کہ بلا مقصد کتا پالنے والا اللہ کی رحمت سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ کے غصے کا بھی شکار ہوتا ہے۔

کتے کی پلیدی اس حدیث سے مزید واضح ہوتی ہے کہ جس برتن میں کتا اپنا منہ ڈال دے تو اسے پاک کرنے کے لیے سات مرتبہ پانی اور ایک مرتبہ مٹی/صابن سے دھونا لازم ہے۔

(ابن ماجہ: 363، سنن نسائی: 71)

یہ بجائے کہ اسلام تفریق سے نہیں روکتا۔ ایک مسلمان کو فضول سرگرمیوں سے بچا کر ایسا نظام زندگی دیتا ہے جو تمام فطرتی خوبصورتیوں سے مرصع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نشانہ بازی، گھڑ سواری اور شمشیر زنی کی بہت فضیلت بیان کی ہے۔ ایک فرد

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بھائی جان! میں نے مضمون ”میں میٹرک کے بعد کیا کروں؟“ پڑھا تو مجھے بہت پسند آیا۔ اس سے میرا بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ برائے مہربانی اس قسم کے تعلیمی مضامین ہر ماہ شائع کیا کریں۔ والسلام

(محمد افتخار فاروق، جھنگ)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری طرف سے اخبار طلباء کی تمام ٹیم کو سلام۔ بلاشبہ یہ رسالہ طلبہ کے لیے بہت ہی بہترین ہے۔ میری تجویز ہے کہ اس میں انٹر کے بعد کا کورسز کا مکمل تعارف شائع کیا جائے۔ اسی طرح ہمارے مسلمان سائنس دانوں کا بھی تذکرہ اس میں شامل ہونا چاہیے۔ والسلام

(محمد عظیمی، شہداد پور سندھ)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں پچھلے ایک سال سے اخبار طلباء کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ یہ رسالہ مجھے ہر طرح سے بہت پسند آیا بہت معلوماتی ہوتا ہے۔ گزارش ہے کہ پاکستان کے میڈیکل کالجز کے بارے میں تفصیل شائع کر دیں۔ والسلام

(احسان عباس، گلگت بلتستان)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے الحمد للہ اخبار طلباء پڑھا اور دو دوستوں کو بھی دیا۔ اس سے بہت اصلاح ہوئی۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس میں خامیاں نکالوں لیکن ایک بھی خامی نہ نکال سکا۔ اور آخر میں آپ کو ایک مشورہ دینا چاہوں گا کہ آپ کسی شہید بھائی کے گھر والوں کا تذکرہ ضرور شائع کیا کریں تاکہ لوگوں کی اصلاح ہو۔ اللہ پاک اس رسالے کو تمام بھائیوں کے لیے مینار نور بنائے۔ (آمین)

(محمد طاہر خان، میانوالی)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ اخبار طلباء کی ٹیم خیریت سے ہوگی۔ ہمیں اخبار طلباء سے وہ کچھ ملتا ہے جس سے ہم نیکو نوجوان کی دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں لیکن میرا ایک شکوہ ہے کہ یہ ہمیں بہتتا خیر سے ملتا ہے یعنی مینے کے آخر پر پہنچتا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ مینے کے آغاز میں مل جائے تو بہت اچھا ہو۔ امید ہے کہ آپ اس پر غور کریں گے۔ جزاک اللہ خیرا والسلام

(حافظ فیصل، گوجرانوالہ)

☆ میرے بھائی اس حوالے سے آپ اپنے علاقے کے

ذمہ دار سے رابطہ کریں تاکہ وہ جلد آپ تک پہنچا دیا کریں۔ اس کی اشاعت ہر ماہ کے آغاز میں ہو جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء بہت ہی شاندار ہے۔ آپ نے ٹیوشن والی بات بہت اچھی کی۔ میں بھی ایف۔ اے کی طالب علم ہوں لیکن کبھی ٹیوشن نہیں رکھی یہاں تک کہ ہمارے کالج میں بہت کم پڑھائی ہوتی ہے۔ ماشا اللہ اخبار طلباء بہت ہی اچھا ہے۔ کیا ہم بھی اس میں تحریر بھیج سکتے ہیں۔ والسلام

(نادیہ رفیق، 156 فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اخبار طلباء کی ٹیم کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اتنی خوبصورت معلومات دیتا ہے۔ جو کسی اور رسالے میں نہیں ملتی ہیں۔ مجھے اعجاز احمد بھائی کا مضمون بہت پسند آیا ہے۔ میں خون



اپنی رائے اس نمبر پر بھیجئے 0313-5967575

دینے سے بہت گھبراتا تھا لیکن یہ مضمون پڑھ کر میرے سارے خدشات دور ہو گئے ہیں۔ اللہ آپ سے اور ہم سے دین کا کام لے آمین۔ والسلام

(عتیق الرحمن، راولپنڈی)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء ایک بہترین رسالہ ہے۔ اس مرتبہ ویلنٹائن ڈے اور آکسفورڈ یونیورسٹی پریس پر جو مضامین آئے وہ بہت زبردست تھے۔ یہ رسالہ پاکستان کے طالب علموں کے لئے بہت ضروری ہے کیوں کہ ہم مغرب کی طرز میں رنگتے جا رہے ہیں۔ اللہ پاک آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ آمین والسلام

(مناعلیٰ، شہداد پور)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اخبار طلباء کا مستقل قاری ہوں اور اکثر اخبار وغیرہ پڑھتا رہتا ہوں۔ لیکن جو مزہ اخبار طلباء پڑھ کر ملتا ہے کسی اور اخبار یا رسالے میں نہیں ملتا کیوں کہ اخبار طلباء ہمیں قرآن و سنت سے آگاہ کرتا ہے اور شریعت کے مطابق زندگی گزارنا سکھاتا ہے۔ والسلام

(حافظ رضوان، کوٹ ادو)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اخبار طلبہ میں جو شہداء کا تعارف اور وصیت نامے کی تحریریں شروع کی ہیں یہ بہت ہی اچھا سلسلہ ہے جس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ ہم سب کو شہادت کے رستے پر چلائے اور میدانِ مقل میں شہادت کی موت دے۔ آمین

(ابوظہر جرار، جہانیاں)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فوری کے مینے کا شمارہ نمبر 2 (اخبار طلبہ) میں مضمون ایک امتحان اور بھی ہے بہت اچھا لگا۔ اللہ سے دعا ہے کہ اخبار طلبہ والوں کو کامیاب کرے۔

(محمد وقار، سندھ یونیورسٹی میر پور خاص)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلبہ ایک معلوماتی اور اصلاحی رسالہ ہے جو ہمارے ذہنوں کو منور کرتا ہے۔ اس دفعہ آپ کا مضمون ”ویلنٹائن ڈے“ بہت پسند آیا۔ ایک گزارش ہے کہ ”سائنس ویو“ میں تھوڑا سا اضافہ کر دیں۔

(رائے نبیائین، 4 جی ڈی)

☆☆☆☆☆

دیگر آراء بھیجنے والوں کے نام

(عمر شوکت) (احسان رضوان، رحمان پور، سرگودھا) (شہزاد گلزار، اوکاڑہ) (ابوسعرفی) (عمار سالک، سکرو، بلتستان) (غائب، 42sb، سرگودھا) (میاں عبدالوحید، 163 ایس والہ) (ملک محمد افتخار فاروق، جھنگ) (حبیب الرحمن، گوجرہ) (عثمان مجید، لطفا کالونی، مرکز طیبہ مرید کے) (حسب بلال، ننکانہ صاحب) (عبدالباسط، فورٹ عباس) (محمد خلیل اثم، سینڈری سکول جھنگ) (محمد جنید حنیف، پک 8/6 R، ساہیوال) (محمد طارق آفریدی، ڈی جی خان) (محمد عرفان، شہداد پور سندھ)

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ

لہو مجھ کو رلاتی ہے جانوں کی تن آسانی

آئیے! ورزش کریں

ذہنی و جسمانی صحت و تندرستی کی اہمیت دلاتا منفرد سلسلہ

کرتا ہے اور اس کی زندگی کا معمول درہم برہم ہو جاتا ہے۔ لہذا ایک جسم کی بھرپور صحت حضرت انسان اور بالخصوص اس انسان کے لئے جو اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لیے اور اپنے پیارے نبی ﷺ سیرت پر چلتے ہوئے دین و دنیا کا کام کرتا ہے بہت ضروری ہے۔ اس جدید دور نے اگر انسان کو بہت ساری سہولیات دی ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ اس سے صحت جیسی عظیم نعمت بھی چھین لی ہے اور اس کے بدلے میں ذہنی انتشار، پریشانی، بیماریاں اور گھٹن جیسی وبا میں عطا کی ہیں۔

مشہور یونانی حکیم سقراط کہتا ہے کہ ”حقیقی تو نگری بدن کی صحت ہے اگر صحت کی کمی ہو تو علم و عقل دونوں کچھ نہیں کر سکتے۔ طاقت غیر موثر، دولت بیکار اور فصاحت و بلاغت بے اثر ہوتی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ہمیں خوبصورت انداز اور بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا ہے۔ جسم کے ہر حصے کو اللہ تعالیٰ نے بہت ساری معجزاتی خوبیوں اور حیران کن انداز میں باہم مربوط کیا ہے کہ ہر عضو اپنے افعال کو خود ہی انجام دے رہا ہے۔ لیکن ہماری لاپرواہی اور سستی، کابلی نے اس خوبصورت جسم کی شکل ایسی لگاڑی ہے کہ دیکھا جائے تو انسان ہی نظر نہیں آتے۔ کہیں ہم مکے کی طرح پیٹ لٹکائے ہوئے ہیں تو کہیں رنگت زرد ہے اور کہیں لاغری و کمزوری کا ڈیرہ ہے۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کے نقصان مثلاً گول

والوں کا ہاتھ بٹانا، بکریاں، اونٹ چرانا، صحراؤں اور پہاڑوں میں طویل سفر کرنا، تلوار زنی، تیر اندازی اور نیزہ بازی کی مشق کرنا، گھڑ سواری کی مشقیں..... یہ سب مصروفیات ایسی تھیں کہ جو مسلمانوں کے لئے ورزش کا نعم البدل تھیں۔ جن کی وجہ سے قرون اولیٰ کے مسلمان زیادہ صحت مند طاقتور اور مضبوط و توانا ہوتے تھے۔ پھر سادہ غذا کی وجہ سے بیماریاں پاس نہیں آتی تھیں۔

لیکن! آج کے اس جدید اور ترقی یافتہ سائنسی دور میں جب ہر کام مشینری کے ذریعے ہو رہا ہے۔ انسان سارا دن بیٹھا

رہتا ہے اور اس کا کام بغیر محنت اور مشقت کے صرف چند بیٹن دبائے یا معمولی سی حرکت کرنے سے ہو جاتا ہے۔ جسم کو زیادہ محنت

مشقت کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور کام بھی بہت جلد اور بڑے اچھے طریقے سے ہو جاتا ہے تو انسان کے ذہن میں یہ خیالات اور سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ جب ہر کام اتنی سہولت اور آسانی سے بغیر کسی اضافی مشقت سے اور کم سے کم وقت میں ہو جاتا ہے تو کیوں نہ وہ اپنے وقت کو بچاتے ہوئے مزید مشینوں کا سہارا لے

ایک جسم کی بھرپور صحت حضرت انسان اور بالخصوص اس انسان کے لئے جو اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لیے اور اپنے پیارے نبی ﷺ سیرت پر چلتے ہوئے دین و دنیا کا کام کرتا ہے بہت ضروری ہے

کمر، خالی کمر، چپٹے پاؤں، ناہموار اور جھکے ہوئے کندھے ہمارے ”خوبصورت جسم“ کا حصہ ہیں۔ ہمارے ہاں یہ فیشن وبا کی طرح پھیل چکا ہے کہ صحت مندی کو ہم نے مختلف قسم کی کاسمیٹکس، مصنوعی غذاؤں، کیمیکلز اور کپڑوں کے بدلنے فیشن کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔

(باقی صفحہ 37 پر)

کراسے کام کو اور آسان، بہتر اور جلد از جلد کر لے۔ لیکن اگر کسی انسان کی صحت اچھی نہیں تو اسے دنیا کی زندگی اور اس کے مشغلے اچھے نہیں لگتے۔ صحت و تندرستی کے بنادینا کی ہر نعمت و سہولت فضول اور بے کشش لگتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا کی کسی چیز سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا اور اچھی صحت اور فٹنس کے بغیر انسان اپنے ہر کام میں بوریت اور بے رغبتی محسوس

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ہم نے انسان کو بہترین تقویم میں پیدا فرمایا۔“ (سورہ النین: 4)

انسان کی تخلیق سے متعلق مندرجہ بالا فرمان الہی ہمیں یہ احساس اور شعور دیتا ہے کہ ہم کہیں نادانستہ یا غیر ارادی طور پر اللہ کی تخلیق انسانی جسم کو بدلنے کی طرف گامزن تو نہیں۔ بلاشبہ انسانی جسم دوسرے تمام جانوروں کے مقابلے میں ایسی خصوصیات کا حامل ہے جن سے وہ عاری ہیں۔ اگر افعال کے لحاظ سے انسانی جسم ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے تو دوسری طرف بناوٹ میں بے مثال اور حیران کن ہے۔ انسان اشرف المخلوقات اپنے اسی ذہن و عقل کی حرکات کے باعث ہے۔ لیکن اس ذہن کی تخلیقات اور حرکات کو عملی صورت میں لانے کے لیے اسے ایک صحت مند جسم کی ضرورت ہے۔ ہم میں سے کتنے ایسے لوگ ہیں جو اس ضرورت کا احساس رکھتے ہیں.....؟

صحت مند جسم عطیہ خداوندی ہے۔ اس نعمت کی قدر اور حفاظت بھی باعث اجر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”پھر اس نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا“

(سورۃ التکاثر: 8)

یعنی صحت کے متعلق بھی تم سے پوچھا جائے گا کہ اس نعمت عظیم کی کس قدر اور کتنی حفاظت و سعی کی۔

اسی طرح اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے متعلق اکثر لوگ غفلت کر جاتے ہیں۔ ایک صحت اور دوسری فراغت“

(بخاری: 11/196)

صحابہ کرام کی مجاہدانہ زندگی مسلسل ورزش ہی تھی۔ خندق کھودنا، جنگل سے لکڑیاں کاٹنا، مٹا جوں کی مدد کرنا، کنوؤں سے پانی کے ڈول کھینچنا، مٹی کے مکان تعمیر کرنا، گھروں کے کام کاج میں گھر

گورنمنٹ ایم۔ اے۔ اوکالج لاہور

آٹھ عشروں سے طلباء کو زبور تعلیم سے آراستہ کرتا تاریخی ادارہ

B.Com
Chemistry
Economics
English
Information Technology
Mathematics
Mass Communication
Physics
Psychology

اس کالج میں ماسٹر لیول کے پروگرام بھی آفر کیے جاتے ہیں۔ اس پروگرام کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

Economics
English
Urdu
Mass Communication
Mathematics
Applied Psychology

(www.mao.net23.net)

شہرت پر کچھ داغ لگے لیکن اس کے باوجود یہ کالج دوبارہ سے اپنے معیار کو بہتر اور اپنا کھویا ہوا اصل مقام حاصل کر رہا ہے۔

انٹرمیڈیٹ

اس کالج میں انٹرمیڈیٹ لیول پر مندرجہ ذیل پروگرام آفر کیے جاتے ہیں:

FA
FSc Pre-Engineering
FSc Pre-Medical
General Science
I.Com
ICS



گریجویٹ

حکومت پنجاب کی طرف سے دو سالہ بی ایس سی پر پابندی کے بعد اس کالج میں چار سالہ بی ایس سی آنرز کے پروگرام کا آغاز کیا گیا ہے۔ چار سالہ بی ایس آنرز پروگرام مندرجہ ذیل شعبوں میں کروایا جاتا ہے۔

BBA

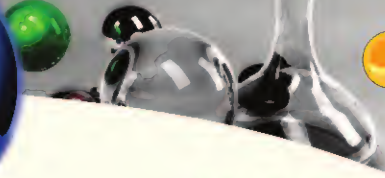
لاہور کا یہ تاریخی کالج اپنی ایک الگ ہی پہچان رکھتا ہے۔ اندرون لاہور میں لوئر مال سول سیکرٹریٹ سے متصل، قدیم عمارتوں پر مشتمل اور سرسبز درختوں میں گھرا ہوا یہ کالج ایک خوبصورت نمونہ پیش کرتا ہے۔

اس کا پورا نام گورنمنٹ جھڑن ایگڈوانڈین اور ہینٹل کالج ہے جسے عام طور پر ایم۔ اے۔ اوکالج کہا جاتا ہے۔ یہ 1933ء میں انجمن اسلامیہ کی جانب سے امرتسر میں قائم کیا گیا اور پروفیسر ایس مرکیداس کے پہلے پرنسپل تعینات کیے گئے۔ 1947ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو یہ کالج امرتسر سے لاہور میں منتقل کر دیا گیا۔

یہ کالج نہ صرف قدیم ہے بلکہ اس نے بہت سی علمی شخصیات اور دیگر افراد کو قومی ترقی کے دھارے میں شامل کیا ہے۔ اس کالج کے طلباء نے قیام پاکستان میں بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

یہاں سے تعلیم حاصل کرنے والی نامور شخصیات میں فیض احمد فیض، امجد اسلام امجد اور ان جیسے کئی نامور افراد بھی شامل ہیں۔ یہ کالج آرٹس، سائنس، کمپیوٹر اور بزنس کے تمام علوم کی تدریس میں اچھی شہرت کا حامل ہے۔

اگرچہ ماضی قریب میں کچھ منفی عناصر کی وجہ سے اس کی



عبدالرحمن، UET



(Mechanical)

(Power) حاصل کرنے کے لیے ونڈ ملز

مکینیکل پاور حاصل

(Wind Mills) بنائی جاتی ہیں۔

کرنے کے لیے ونڈ ملز بنائی جاتی ہیں۔ ونڈ ملز ایک ایسی مشین ہے جو ہوا کی طاقت کو ایک خاص زاویے سے بنی ہوئی پتريوں (Oblique blades) پہ جمیل کر ٹربائن کی طرح گھومتی ہے اس میں شافت بھی موجود ہوتی ہے۔

یہ مشین بیک وقت ونڈ ملز بھی ہے اور ونڈ ٹربائن جزیئر بھی۔ اگر شافت کے آگے لوڈ لگا دیا جائے تو ونڈ مل اور اگر بجلی پیدا کرنے کے لیے استعمال کی جائے تو ونڈ ٹربائن جزیئر کے طور پر کام کرتی ہے۔

سب سے پہلی ونڈ مل 7 ویں صدی عیسوی میں ایران میں بنائی گئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشرق وسطیٰ اور وسطی ایشیا میں استعمال بڑھ گیا اور پھر چائینہ اور انڈیا نے بھی اس سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ 1000ء میں چائینہ اور سسلی (Sicily) نے نمک بنانے کے لیے سمندر کے پانی کو نکالنے کی غرض سے ونڈ ملز کا استعمال کیا۔

☆..... 1881 میں لارڈ کیلون (Lord Kelvin) نے کوئلے کی کمی کے باعث ونڈ پاور کو استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔

4- کاربن پہ مشتمل ایندھن (Fossil Fule) کی بجائے ونڈ پاور کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس

کے کئی فوائد ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں۔

☆ اس کی آؤٹ پٹ زیادہ ہوتی ہے۔

☆ اس کے لیے کم زمین درکار ہوتی ہے۔

☆ یہ توانائی ایک منفرد ذریعہ ہے کہ جس میں دوسرے توانائی کے ذرائع کی نسبت کم مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آلودگی بالکل نہیں پھلتی۔

☆ گرین ہاؤس گیس (ورنگ کے دوران) نہیں پیدا ہوتی۔

بحری جہاز اور کشتی رانی میں اس توانائی کا استعمال ہزاروں سالوں سے چلا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں نقشہ نگار حضرات بھی نقشہ بناتے وقت مقررہ علاقے کی ہوا کی حرکت کا خیال رکھتے ہیں۔ بلندی پہ ہوا کی رفتار زیادہ ہوتی ہے لہذا اونچائی پہ ونڈ ٹربائنز لگانے کا سوچا جاتا ہے۔



ونڈ پاور

آئینہ تاریخ میں

مکینیکل پاور

☆..... پہلی صدی عیسوی میں ایک یونانی انجینئر نے (Heron of Alexandria) نے سب سے پہلے ہوا کی توانائی کو ایک خاص مقصد کے لیے استعمال کرتے ہوئے ونڈ میل بنایا جو ہوا کے زور پہ گھومتا تھا اور مشینوں کو چلانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

کیٹالوجی کی دنیا میں جتنی تیزی سے ترقی ہو رہی ہے اسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور انسان وطرہ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اللہ نے اس دنیا میں کیسے کیسے راز چھپا رکھے ہیں جن کو وہ وقتاً فوقتاً انسان پر ظاہر کرتا رہتا ہے اور انسان ان کو استعمال میں لا کر نئی ایجادات دنیا کے سامنے لا رہا ہے۔ انہی میں سے کئی راز اللہ نے چلتی ہوا (ونڈ) میں رکھ دیئے ہیں۔ جیسے یہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھی اور وہ اس کے ذریعے ایک سے دوسری جگہ آسانی سے پہنچ جاتے تھے۔ اللہ نے اس ہوا میں اس کے علاوہ بھی کئی راز چھپا رکھے ہیں۔ جن میں سے ایک اس کی توانائی کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا کی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔

ونڈ (Wind)

انسان کی بنیادی ضروریات

میں سے ایک ہوا بھی ہے جب یہ ہوا حرکت میں ہو، یعنی چل رہی ہو تو انگریزی میں اسے ونڈ کہتے ہیں

ونڈ انرجی (Wind)

ہوا کی ایسی حرکت کی باعث

اس میں کچھ انرجی پیدا ہو جاتی ہے جسے سائنسی زبان میں کائینٹک انرجی (Kinetic Energy) کہا جاتا ہے۔

ونڈ پاور

چلتی ہوا کی اسی انرجی کو استعمال میں لا کر اسے کئی قسم مفید توانائیوں میں منتقل (تبدیل) کیا جاسکتا ہے جن سے کئی قسم کے کام لیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر برقی طاقت (Electronic Power) پیدا کی جاسکتی ہے جس کے لیے ایسی ٹربائنز (Turbins) بنائی جاتی ہیں جو ہوا کی حرکت سے متحرک ہو کر بجلی پیدا کرتی ہیں۔ میکا کی توانائی

لیکٹریکل پاور

☆..... ونڈ پاور کو بجلی بنانے کے لیے استعمال کرنے کا سب سے پہلا آئیڈیا سکاٹ لینڈ کے پروفیسر جیمز بلیتھ (James Blyth) کو 1887ء میں آیا۔ اس نے اپنی رہائش گاہ کے باغ میں ونڈ ٹربائن لگائی اور اس سے بجلی پیدا کی۔

☆..... 1878ء میں امریکہ کے موجد چارلس ایف بش (Charles F. Bush) نے ونڈ پاور جزیرہ کا استعمال کیا اور 1900ء تک اپنے گھر اور لیبارٹری کو اس سے حاصل ہونے والی بجلی سے روشن رکھا۔

☆..... 1890ء میں Poul La Cour نے ونڈ ٹربائن بنائی جس سے Electrolisis (برقی پاشیدگی) کا عمل کرا کے آکسیجن اور ہائیڈروجن کو علیحدہ کیا اور ان دونوں کا آمیزہ (Mixture) تیار کیا۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے پتروں کی ونڈ ٹربائن بنائی جو کہ بجلی پیدا کرنے میں زیادہ موثر تھی۔ پھر اس نے 1904ء میں ونڈ پاور میں مہارت رکھنے والے الیکٹریشنز کی سوسائٹی بنادی۔

☆..... 1920ء کے وسط میں 1 سے 3 کلو واٹ کی پاور پیدا کرنے والے جزیرہ (Parris-Dunn & Jowbs Wind Electric) کمپنی نے تیار کیے۔ لیکن 1940ء تک طلب میں اضافے سے ان کا استعمال کم ہو گیا۔

☆..... 1931ء میں ایک ایرو ٹائیکل انجینئر جارج ڈریس نے 100kw کی پاور پیدا کرنے والی ڈریس ونڈ ٹربائن بنائی جو پہلے USSR میں واقع یالٹا (Yalta) میں استعمال ہوئی۔

☆..... 1956ء میں La Cour کے ایک سابقہ طالب علم Jahannes Juul نے تین پتروں (Blades) والی ٹربائن بنائی جو 200kw بجلی پیدا کرتی تھی۔ یہ ڈنمارک کا رہنے والا تھا اور اس کے

ڈیزائن نے بعد کے کئی ڈیزائن کو متاثر کیا۔

☆..... NASA ونڈ ٹربائنز پر وجیکٹ نے 13 تجرباتی ٹربائنز بنائیں جنہوں نے ٹیکنالوجی کے استعمال کی راہ ہموار کر دی۔ تب سے ان ونڈ ٹربائنز کا سائز کافی زیادہ ہو گیا اور ایک ٹربائن (Encarata E-126) ایکلی 7.5MW کی پاور پیدا کرنے لگی۔

☆..... 2010ء میں دنیا کی کل توانائی کا 2.5 فیصد ونڈ پاور سے حاصل ہوتا رہا جو 25 فیصد سالانہ کی نسبت سے بڑھ رہا ہے۔

☆..... 83ء ملک تجارتی بنیادوں پہ بھی اسے استعمال کرنے لگے۔ 2011ء میں ڈنمارک کی توانائی کا ایک چوتھائی سے زیادہ ونڈ پاور سے حاصل ہونے لگا۔ ونڈ پاور سے حاصل ہونے والی بجلی قیٹا کونے اور گیس سے حاصل ہونے والی بجلی کے برابر ہے۔

ونڈ فارم

ونڈ ٹربائن کی ایک خاص تعداد کو جب کسی جگہ گروپ کی صورت میں نصب کیا جائے تو اسے ونڈ فارم کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات ونڈ فارم سینکڑوں مربع میل کے وسیع رقبے پر پھیلے ہوتا ہے جو سینکڑوں ٹربائنز پر مشتمل ہوتا ہے۔ ونڈ ٹربائنز کے درمیان علاقے کو زراعت یا کسی خاص مقصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ونڈ ٹربائنز اندرونی طور پر 34.5kv سپلائی سے موصول ہوتے ہیں اس کے علاوہ پاور سٹورج نظام اور مواصلات کا بھی ایک جال ہوتا ہے۔

ونڈ فارمز کی دو اقسام ہیں:

1- Onshore ونڈ فارمز:

وہ ونڈ فارمز جو زمینی علاقے میں بنائے جائیں۔

2- Offshore ونڈ فارمز:

وہ ونڈ فارمز جو سمندری یا ساحلی علاقوں میں نصب کیے جائیں۔ ان کی تعمیر میں Onshore ونڈ فارمز کی نسبت تین گنا لاگت آتی ہے۔ اکتوبر 2010ء تک 3.16GW کی پیداوار سمندری ونڈ فارمز سے حاصل ہوئی۔ BTM Consult کے مطابق 2014ء کے اختتام تک 16GW کی اضافی صلاحیت کے ونڈ فارمز نصب کیے جائیں گے برطانیہ اور جرمنی دو بڑی مارکیٹس کے طور پر ابھریں گے۔ چائنا اور امریکہ کی شراکت کے بعد 2020ء تک دنیا کے سمندری ونڈ فارمز کی صلاحیت پیداوار 75GW تک متوقع ہے۔ ستمبر 2012ء میں دنیا کا سب سے بڑا سمندری ونڈ فارم Greater Gabbard ونڈ فارم (برطانیہ) کی پیداوار 504MW تھی۔

دنیا میں اس وقت کل 238.351GW کی پیداواری صلاحیت ہے۔ جس میں سب سے زیادہ صلاحیت چائنا کے پاس 26.3 فیصد ہے۔ اس کے بعد امریکہ 19.7 فیصد صلاحیت رکھتا ہے۔ پاکستان کو اللہ نے جہاں اور بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے وہیں اس کی سرزمین پر دنیا کے بلند ترین پہاڑ بھی ہیں جہاں 3000 کلومیٹر لمبے میدانی قطعات بھی ہیں۔ یہ وہ علاقہ ہے جسے دنیا کی چھت کہا جاتا ہے۔ اگر مناسب منصوبہ بندی کے تحت ان علاقوں میں ونڈ ٹربائنز نصب کی جائیں تو پاکستان اپنی ضروریات کا ایک بڑا حصہ یہاں سے حاصل کر سکتا ہے۔



کوئز مقابلہ

معلومات سیرت

- 1: مہاجرین حبشہ کو واپس بلوانے کے لیے کن دو افراد کو اہل مکہ کی طرف سے روانہ کیا گیا تھا؟
- 2: نبی ﷺ طائف کس سال میں تشریف لے کر گئے؟
- 3: بیعت عقبہ میں اہل مدینہ میں سے کتنے نقیب چنے گئے؟
- 4: ان چنے گئے نقیبوں میں اوس اور خزرج کی تعداد کیا تھی؟
- 5: مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے پہلے مہاجر کون تھے؟

اخبار طلباء

درج ذیل فقرات اخبار طلباء کے کس مضمون اور صفحہ پر ہیں، مضمون نگار کا نام بھی لکھیں۔

- 1- یہ سمجھنا غلطی ہی ہے کہ اکثریت ہمیشہ درست کہتی ہے۔
- 2- عورت کی نام نہاد آزادی اور برابری کا خمیازہ آج بہت سے دوسرے ممالک بھی بھگت رہے ہیں۔
- 3- اظہارِ ماضی الضمیر کی صلاحیت سے مراد خطیبانہ انداز قطعاً نہیں ہے۔
- 4- مجموعی طور پر پچاس کونسلرز کی خدمات لی جائیں گی۔
- 5- یہ اپنے دشمن سے ایسا ہی سلوک کرتا ہے جیسے جانور کرتے ہیں۔

ہدایات برائے کوئز مقابلہ

- ☆..... صحیح جوابات خوشخط لکھ کر روانہ کریں۔
- ☆..... ایک سے زیادہ صحیح جوابات موصول ہونے پر حتمی فیصلہ قرعہ اندازی سے ہوگا۔
- ☆..... جوابی لفافے پر اپنا پورا صحیح پتہ لکھیں۔
- ☆..... اول، دوم، سوم آنے والوں کو بالترتیب 500، 300 اور 200 کی کتب ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: آپ کے جوابات 20 مارچ 2013 تک موصول ہو جائیں۔

نتائج کوئز مقابلہ

- اول** حافظ نقاش عمیر۔ لاہور
- دوم** حافظ عمیر بن عابد۔ مکان نمبر 548-A
- سوم** فاروق اعظم روڈ حافظ آباد
- عبدالحفیظ بن محمد حنیف توحید آباد (سنت رام)
- ڈاک خانہ تحصیل ضلع ننکانہ

پتہ: پی او بکس نمبر 966 جی پی او لاہور پاکستان

گزشتہ کوئز مقابلہ کے درست جوابات

اخبار طلباء سے سوالات کے جوابات

- 1- صفحہ نمبر 37 مضمون ”ویلنٹائن ڈے“، مضمون نگار ”عثمان افتخار“
- 2- صفحہ نمبر 23 مضمون ”ایک امتحان اور بھی ہے“، مضمون نگار ”احقر صارم“
- 3- صفحہ نمبر 9 مضمون ”افغانستان سے امریکی انخلاء“، مضمون نگار ”نہیں الرحمن“
- 4- صفحہ نمبر 13 مضمون ”نشانوں پر نگاہ رکھنا“، مضمون نگار ”ارسلان سلفی“
- 5- صفحہ نمبر 6 ”تحریک آزادی کشمیر“، مضمون نگار ”محمد راشد“

سیرت سے سوالات کے جوابات

- 1- مدینہ کی طرف ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ عبداللہ بن ابی ریحط لشی تھے۔
- 2- قریش جو جزیرۃ العرب کے دینی پیشوا اور اپنے وقت کے سپر پاور تھے ان کا دس سال کے لئے جنگ بندی کا اعلان کرنا ہی فتح تین تھی اور دوسال بعد ہی مسلمان فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہوئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو ”فتح مبین“ قرار دیا۔
- 3- سماجی بائیکاٹ کے خاتمے کا اصل محرک ہشام بن عمرو تھا۔ زہیر بن ابی امیہ نے قریش کی مجلس میں اعلان کیا ”مطمئن بن عدی صحیفہ چاک کرنے کیلئے اٹھا اور ابولہتزیٰ زمرہ بن اسود نے ان کی حمایت کی۔
- 4- حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا! عمر خوش ہو جاؤ! مجھے امید ہے رسول اللہ ﷺ نے جمعرات کی رات تمہارے متعلق جو دعا کی تھی (اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعے فوت دے) یہ وہی ہے اور اس وقت آپ ﷺ کو صفاء اے مکان میں تشریف فرما ہیں۔
- 5- رسول اللہ ﷺ نے مختصر یک کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ بہترین بیہودی ہیں۔

پھول ستارے

فرمان رسول ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے
ہمارے اس دین میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی
بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ
مردود ہے۔“

[بخاری و مسلم]

فرمان الہی

”کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک
حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا
مقابلہ کرے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ
ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی
رسوائی ہے۔“

[سورہ توبہ: 63]

تاریخی جھرنے

فکر قیامت

قاضی ابویوسف رحمہ اللہ اپنی موت کے وقت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ کسی نے ان سے پریشانی کی وجہ پوچھی۔ قاضی ابویوسف رحمہ اللہ نے اپنی پریشانی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:
ایک دن میں شکایات کے اوراق ترتیب دے رہا تھا کہ مجھے ایک شخص کا شکایت نامہ ملا۔ اس شخص نے خلیفہ ہارون الرشید کے خلاف مقدمہ درج کروایا تھا۔ اس شخص کا کہنا تھا کہ ہارون الرشید نے اس کی زمین پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ میں نے اس شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری زمین اس وقت کس کے قبضے میں ہے اور اس کی آمدنی کون لیتا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: میری زمین اس وقت خلیفہ ہارون الرشید کے قبضے میں ہے اور اس کی آمدنی بھی وہی لیتا ہے۔ میں نے اس شخص کو دوسرے دن عدالت میں حاضر ہونے کا کہا۔ دوسرے دن جب وہ شخص عدالت میں حاضر ہوا تو میں نے ہارون الرشید کی خلاف اس کا شکایت نامہ پڑھا۔ خلیفہ نے اپنے خلاف مقدمہ سن کر کہا: اس شخص نے جس زمین کا ذکر کیا ہے وہ تو مجھے اپنے دادا جعفر منصور سے وراثت میں ملی ہے۔ میں نے اس شخص سے پوچھا تم نے خلیفہ کے خلاف جو مقدمہ دائر کیا ہے، کیا اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: میرے پاس اس مقدمے کی تائید میں کوئی گواہ نہیں ہے لیکن آپ خلیفہ سے قسم اٹھوائیں کہ یہ زمین انھی کی ہے۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید نے بھری عدالت میں قسم کھائی تو وہ شخص واپس چلا گیا۔ کسی نے قاضی سے پوچھا: بھلا اس میں پریشانی والی کون سی بات جب کہ آپ سے جو کچھ ہو سکتا تھا آپ نے سرانجام دیا۔ قاضی ابویوسف نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں نے فیصلہ دینے میں کبھی ظلم و زیادتی سے کام نہیں لیا لیکن اس بات کا خدشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے پوچھ نہ لے کہ تم نے اس شخص کو خلیفہ ہارون الرشید کے مقابل کیوں نہ بٹھایا.....؟؟

(عابد علی۔ لالہ رخ واہ کینٹ)

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسلام کے تابندہ ستارو!

کیا حال ہیں.....؟ امید ہے کہ ایمان و صحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ ایمان و صحت میں اضافہ فرمائے۔

جی تو کیسے ہوئے پیہر ز اور کیسے ہو رہے ہیں؟ آپ میں سے کچھ بچوں نے تو امتحان دے دیے ہیں اور کچھ ابھی دے رہے ہیں۔ جنہوں نے ابھی دینے ہیں یاد دے رہے ہیں وہ ذرا جی لگا کر محنت کریں کیونکہ آپ نے اچھی تعلیم حاصل کر کے اسلام کی خدمت کرنی ہے۔ رہ گئے وہ بچے جو امتحانات سے فارغ ہیں تو وہ جلدی سے اپنی تمام مصروفیات کو منسوخ کریں اور جہادی تربیت کی تیاری کریں۔ جہاد کی تیاری تو ہر مسلمان پر فرض ہے لہذا اپنے قریبی مسئول سے رابطہ کریں اور پندرہ یا بیس روزہ کلاس میں شمولیت اختیار کریں۔ اس نے نہ صرف آپ کی جسمانی تربیت ہوگی بلکہ یہ آپ کی دینی تربیت کے لیے بھی بہت ضروری ہے۔

لہذا اب تیاری پکڑیں جلدی سے.....!

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو.....!

انچارج پھول ستارے

گے۔ یہ بادشاہ اللہ کے نبی اور رسول سیدنا داؤد علیہ السلام تھے اور بیٹے سلیمان علیہ السلام تھے جو خود بھی نبی اور بڑی شان والے بادشاہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو ایک کتاب دی تھی جس کا نام زبور تھا۔ وہ جب بھی اللہ کی کتاب خوبصورت آواز میں پڑھتے تو انسان کیا ہوا میں اڑتے پرندے اور دوڑتے بھاگتے جانور بھی رک جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک اور کمال دیا تھا کہ لوہا ان کا ہاتھ میں نرم ہو جایا کرتا تھا اور وہ اس لوہے سے زرہ بناتے تھے۔ (لوہے کا ایک چھوٹا سا لباس ہوتا ہے جو جنگ میں تلوار یا تیر سے بچاؤ کے لئے استعمال کیا جاتا تھا) سیدنا داؤد علیہ السلام کی بادشاہت شام، عراق،

ہوا۔ ”جی ہاں حضور میں مانتا ہوں“ بادشاہ نے دونوں آدمیوں کو دیکھا۔ کچھ سوچا۔۔۔۔۔ پھر آہستہ سے کہا: ”بکریوں کی قیمت اتنی معلوم ہوتی ہے جتنا کھیت والے کا نقصان ہوا ہے، اس لئے بکریوں کا گلہ کھیت والے کو دیا جائے تاکہ اسے کوئی نقصان نہ ہو اور نقصان کرنے والے کو سزا بھی مل جائے۔“ بادشاہ نے فیصلہ سنا کہ اس لڑکے کو طرف دیکھا جو اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ گیارہ بارہ سال کا یہ لڑکا بادشاہ کا بیٹا تھا۔ جب

عقل مند شہزادہ

بادشاہ نے اس کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا ”بابا جان! آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے مگر۔۔۔۔۔“ مگر کیا۔۔۔۔۔ بادشاہ نے پوچھا: ”یوں بھی تو ہو سکتا ہے کہ بکریوں کا گلہ کھیت والے کو دیا جائے تاکہ وہ بکریوں کے دودھ اور بالوں سے فائدہ اٹھائے اور گلے والے سے کہا جائے کہ وہ بھی کھیت میں کام کرے۔ جب کھیت میں نئی فصل تیار ہو جائے تو اس کا گلہ واپس مل جائے۔ اس طرح نہ کھیت والے کو نقصان ہوگا اور نہ ہی بکریوں والا نقصان میں رہے گا۔ بادشاہ کو اپنے ہونہار بیٹے کا یہ فیصلہ بہت پسند آیا۔ اب آپ اس بادشاہ کا نام سننے کے لئے بے تاب ہوں

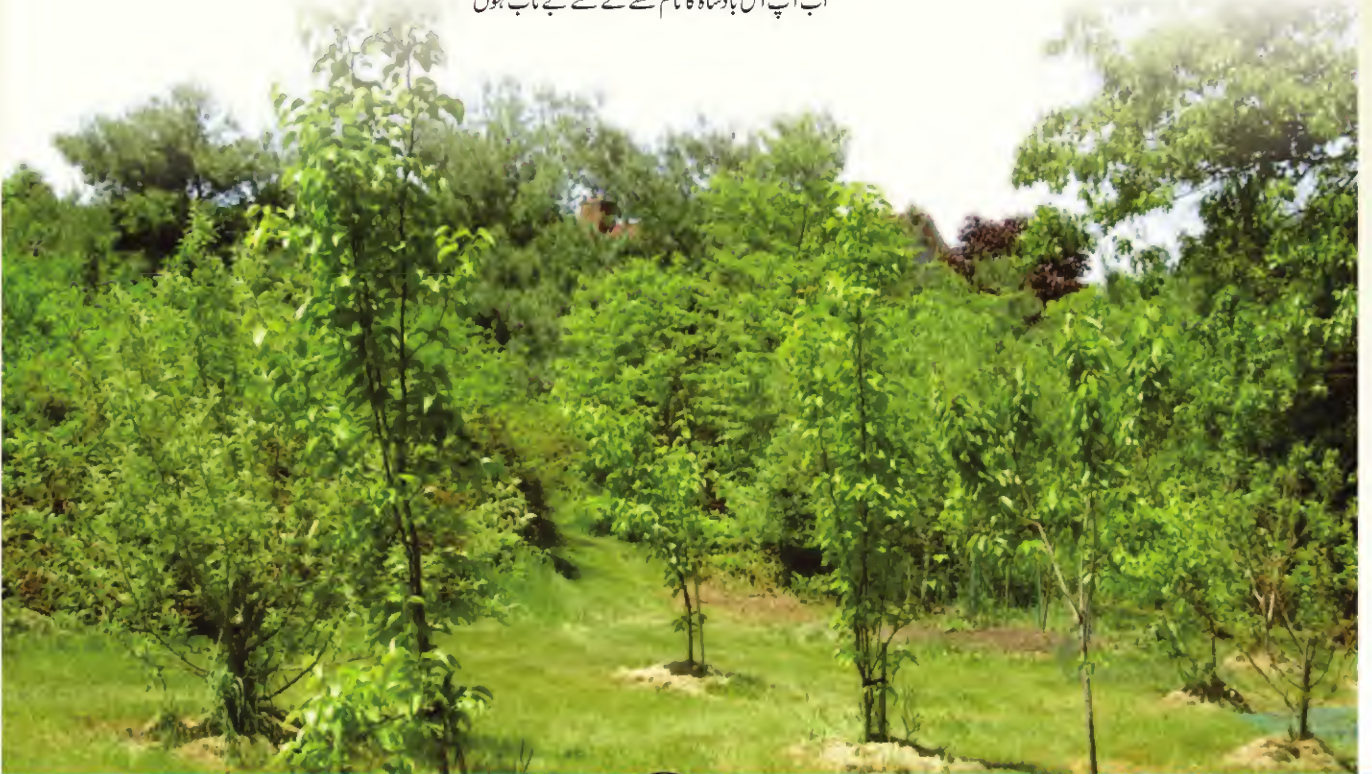
باغ والا رو رو کر اپنا حال سن رہا تھا۔۔۔۔۔ حضور! اس آدمی نے مجھ پر برا ظلم کیا ہے، مجھے برباد کر دیا، میرے باغ کی فصل بالکل تیار تھی، اناج ایک دو دن میں کٹنے والا تھا مگر اس نے اپنی بکریوں کو نہیں روکا، سب کی سب میرے باغ میں گھس آئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری فصل چٹ کر ڈالی۔ میں نے روکنے کی بہت کوشش کی مگر ایک دو بکریاں ہوتیں تو میں روک لیتا، یہ تو بہت زیادہ تھیں۔ سب کھا گئیں۔۔۔۔۔ حضور میں برباد ہو گیا۔۔۔۔۔ تباہ ہو گیا۔ اب میں کیا کروں؟ کیسے گزارہ کروں؟ بال بچے بھوکے مریں گے۔۔۔۔۔ حضور انصاف کیجیے۔۔۔۔۔ میرے حال پر رحم کیجئے۔۔۔۔۔ اللہ نے آپ

کو بادشاہ بنایا ہے۔۔۔۔۔ میری مدد کیجیے۔۔۔۔۔ بادشاہ نے دوسرے آدمی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا وہ آگے بڑھا تو بادشاہ نے پوچھا: کیا یہ آدمی سچ کہہ رہا ہے؟ ”جی ہاں حضور! یہ بالکل سچ کہہ رہا ہے۔“ تم نے اپنی بکریوں کو کیوں نہیں روکا؟ ”میں نے روکا تھا مگر گلہ بڑا تھا اس لئے روک نہیں سکا۔“ تم مانتے ہو کہ سارا نقصان تمہاری بکریوں کی وجہ سے

فلسطین اور

اس کے آس پاس پھیلی ہوئی تھی۔

جبکہ ان کے بیٹے اور بکریوں کے چرواہے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بادشاہت عطا کی تھی کہ اس سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئی۔ ہوائیں، پرندے ان کے تابع تھے۔ وہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھنے کے ساتھ ساتھ جنوں پر بھی حکمران تھے، وہ انہیں بھی حکم دیتے تھے۔ (عذیل اشرف، کلیم اللہ طاہر۔ چوک اعظم، لید)



سخت گوا اور سخت خو

طبیعت میں سختی کرنے والا سخت خو اور کلام میں سختی کرنے والا سخت گو ہوتا ہے۔

حارث بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں سخت خو اور سخت گو داخل نہیں ہوگا۔“

(ابوداؤد: 4801)

حارث بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں اہل جنت کے بارے خبر دوں؟ ہر ضعیف جسے لوگ حقیر سمجھیں لیکن اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دے گا اور تمہیں جہنمیوں کی خبر دوں کہ ہر جھگڑالو، مال جمع کرنے والا اور مغرور۔“ (بخاری: 6071)

ابودرداء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مومن کے میزان میں سب سے بھاری چیز حسن خلق ہے اور اللہ تعالیٰ قسٹ سکتے والے اور بیہودہ کلام کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے۔ (ترمذی: 2002)

عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں تم کو نہ بتاؤں کہ آگ پر کون شخص حرام ہے اور کس پر آگ حرام ہے؟ ہر آہستہ مزاج، نرم طبیعت، لوگوں کے نزدیک رہنے والا اور نرم خو“ (ترمذی: 2488)

(حمیرا سلیم - لیاقت پور)



جنت کے متلاشی

ہر کے میدان میں ایک انصاری صحابی جن کا نام عبیر بن حمام رحمہ اللہ تھا، عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا جنت اتنی بڑی ہے کہ اس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں!

صحابی نہایت تعجب سے کہنے لگے ”بخ، یعنی بہت خوب بہت خوب۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ تم نے بہت خوب بہت خوب کیوں کہا؟ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی خاص بات نہیں میں تو اللہ سے امید کر رہا تھا کہ مجھے اہل جنت میں سے کر دے۔ ارشاد ہوا..... تم بھی اہل جنت میں سے ہو۔

صادق و صدق پیغمبر کی زبان سے جنت کی بشارت پانے والے عبیر رحمہ اللہ نے تو شہر دان سے کھجوریں نکالیں پھر ایک کھجور منہ میں رکھی اسے چبایا اس سے کچھ توانائی حاصل کی پھر دوسری اور تیسری کھجور منہ میں ڈالی اور پھر خود ہی خود کہنے لگے کہ میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ یہ کھجوریں ختم کروں تو اس طرح یہ زندگی بہت لمبی ہو جائے گی پھر فوراً کھجوریں پھینک دیں اور دشمن سے جا کر مارے اور لڑتے لڑتے اپنی جان قربان کر دی اور حقیقی منزل جنت میں جا پہنچے۔ (صحیح مسلم: 1901)

(ابو مصعب، تھکیل احمد)

دھوکہ اور فریب

بعض لوگ دوسروں کو دھوکہ اور فریب دے کر ناحق مال کھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا: جہنم میں جانے والے پانچ قسم کے لوگ ہیں ۱۔ وہ جو تاتواں جن کو (بری بات سے بچنے کی) تیز نہیں۔ جو تم میں تا بعد از میں۔ نہ گھر بار چاہتے ہیں نہ مال۔ (مختص) ۲۔ فکرمحلل حرام کی سے کوئی غرض نہ رکھنے والے

۳۔ وہ جو جس کو کوئی چیز کھلی ملے اس کو چرالے چاہے وہ حقیر ہی ہو۔

۴۔ وہ شخص جو تیرے مال اور تیرے گھر والوں کے بارے میں دھوکہ اور فریب کرتے ہیں۔

☆ بخیل اور جھوٹا۔

☆ گالیاں دینے اور قسٹ سکنے والا۔

(مسلم: 2865)

(عائشہ سلیم، لیاقت پور)



مخزن اخلاق

①۔ انسان خود غلط نہیں اس کا کردار اس کو عظیم بناتا ہے۔

②۔ انسان ہو کر ایسی بات نہ کرو جس سے انسانیت رسوا ہو۔

③۔ خوش کامی ایک ایسا پھول ہے جس کی جڑیں زمین میں اور شاخیں آسمان پر ہوتی ہیں۔

④۔ کسی کے کلم طم ہونے کا اندازہ اس کے کثرت کلام پر ہوتا ہے۔

⑤۔ کردار ایک ایسا عظیم ہیرا ہے جو پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔

⑥۔ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

⑦۔ دوسروں کی نقل کرنے والا کبھی عظمت حاصل نہیں کر سکتا۔

(حمیرا عبدالحمید، لاہور)



سوات

سوات کا علاقہ دیکھنے سے ایمان و یقین کی دولت میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ واقعی میرا رب حسین و جمیل ہے اور وہ حسن و جمال کو پسند کرتا ہے۔ یہ اس حسن و جمال کی پسندیدگی ہے کہ اس نے اپنی زمین کے بہت سے خطوں کو حسن و جمال کا روپ بخشا ہے۔ ایسے ہی خوبصورت ترین خطوں میں ایک علاقہ سوات بھی ہے۔ سوات کی فضا معطر اور آب و ہوا فرحت بخش ہے۔ یہاں کا زیادہ تر علاقہ برف پوش پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ سوات کا صدر مقام سیدو شریف ہے۔ سوات کا رقبہ 8788 مربع کلومیٹر ہے۔ بینگلور سے 15 کلومیٹر کے فاصلے پر سفید گل کے نام سے موسوم ایک خوبصورت ہوٹل ہے جو قدرتی اور فطری فضا کی آغوش میں واقع ہے۔ دراصل یہ سابق بانی سوات میاں گل عبدالودود کا گرہائی محل تھا۔ اس مقام کو ”مرغزار“ کہا جاتا ہے۔ یہاں ملکی اور غیر ملکی سیاح آتے ہیں اور قدرتی فضا سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (عائشہ صدیق - میانمار، سوات)

آٹھ باتیں

سیدنا علی المرتضیٰ رحمہ اللہ نے بڑے ہی پتے کی بات کہی ہے اور ہر مصیبت زدہ کو یہ بات پلے باندھ لینی چاہیے۔ یہ ایک رہنما اصول ہے جسے ہر شخص کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو۔ آپ رحمہ اللہ 20 رمضان المبارک 40 ہجری کو جام شہادت نوش کر گئے۔ ابن ملجم نے آپ رحمہ اللہ پر حملہ کیا اور آپ رحمہ اللہ زخمی حالت میں پڑے تھے جب کہ سامنے حسن رحمہ اللہ بیٹھے آنسو بہا رہے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا میری یہ باتیں ہمیشہ یاد رکھنا۔

①۔ انسان کی سب سے بڑی دولت عقل ہے۔

②۔ سب سے بڑی غربت و محتاجی بے وقوفی و حماقت ہے۔

③۔ سب سے زیادہ وحشت و گھبراہٹ تکبر و غرور ہے۔

۳۔ سب سے زیادہ بزرگی خوش اخلاقی و نیک کرداری ہے۔

چار چیزوں سے ہمیشہ اجتناب کرنا۔

①۔ جھوٹے کو ہم نوائی سے بچانا کیوں کہ وہ قریب کو دور اور دور کو قریب کر دیتا ہے۔

②۔ بخیل کی صحبت سے بچو کیوں کہ بخیل دوست تم سے ان خاص چیزوں کو ہٹا دے گا جن کی تمہیں خاص ضرورت ہوگی۔

③۔ بیوقوف دوست سے ہمیشہ اجتناب کرو کیوں کہ وہ اگر فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو اس کا انجام نقصان دہ ہوتا ہے۔

④۔ فاسق و فاجر شخص کی دوستی سے اجتناب کرو کیوں کہ وہ تجھے موقعہ پاتے ہی تھوڑی سی چیز کے بدلے فروخت کر دے گا۔

(استفادہ: حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم)

(انتخاب: عبدالقدوس، روشن کالج عبدالکیم)



نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تلاوت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر آیت کو الگ الگ پڑھا کرتے ہر آیت پر ٹھہرتے وقف کرتے مثلاً الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر رک جاتے پھر الرحمن الرحیم پڑھتے اس پر وقف کرتے پھر مالک یوم الدین پڑھتے اور ٹھہر جاتے۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نمازی جب الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”حمدنی عبدی“ میرے بندے نے میری تعریف کی“ پھر جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”انما عبدی میرے بندے نے میری ثناء بیان کی“ پھر بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”مجددنی عبدی میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی“ پھر بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم ہے میں اپنے بندے کو وہ کچھ دوں گا جو وہ طلب کرے بندہ التجا کرتا ہے، اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیہم، غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے اس کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ سوال کرے گا۔ (مسلم)

لہذا وہ یا نا سمجھ لوگ جو نماز کے دوران تیزی سے چھوڑ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں انہیں سوچنا چاہیے کہ اللہ سے بات کرنے کا یہ کیسا طریقہ ہے۔ نماز کے تمام ارکان انتہائی ٹھہر ٹھہر کے پوری عاجزی و انکساری کے ساتھ ادا کئے جائیں۔ (جویریہ لیاقت، لاہور)

(جویریہ لیاقت، لاہور)



اذان کہنے کی فضیلت

①۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بارہ سال نماز کے لئے اذان کہی اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔ (ابن ماجہ)

2۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اذان کہنے اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کی فضیلت ہے تو لوگ قرعہ اندازی کے بغیر کوئی چارہ نہ پائیں۔ (بخاری)

3۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذان کہنے والوں کی گردنیں قیامت والے دن سب سے لمبی ہوں گی۔ (ابن ماجہ)

5۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مؤذن کی آواز کو جن و انس اور جو کوئی بھی مخلوق سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی۔ (بخاری)

(حافظ صہب، صفی الرحمن عاصم۔ گوجرانوالہ)



علامات قیامت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں تمہیں ایک حدیث بیان کروں جو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ میرے بعد تم سے وہ کوئی بھی بیان نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کی نشانیوں میں سے ہے علم کا اٹھ جانا، جہل کا

پھیل جانا، زنا کا فاش ہو جانا، شراب کا بہت پیا جانا اور عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت یہاں تک کہ پچاس عورتوں پر ایک مرد حاکم ہوگا۔ (ترمذی: 1420)

(طاہرہ قیوم صبا، خانیوال)



توحید اور ہم

کرے غیر گربت کی پوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر کو اکب میں مانے کرشمہ تو کافر مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں مزاروں پر دن رات نذرین چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کہ مانگیں دعائیں نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین و زمان میں رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں وہ بدلہ گیا آکے ہندوستان میں ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان (انتخاب: بریرہ شاہین محمود، میرپور آف شاہ کوٹ)

پہچان

رگوں میں وہ لبو باقی نہیں ہے دل میں وہ آرزو باقی نہیں ہے نماز و روزہ و قربانی و حج یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے (انتخاب: عبدالوہاب حسن، ڈیوٹکٹ) خلوت کی نظر میں ہے وہی جو اس مرد جو کفر کے زخموں میں بھی حق بات کہے (حافظ ذہیرہ بنت حاجی محمد یعقوب، فاروق آباد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المُعَرَّبِ سٹوڈنٹس شعبہ ادارہ جات کے زیر اہتمام

بدلتے ہوئے عالمی حالات میں مسلم نوجوانوں کی ذمہ داریوں سے آگاہی کے لئے

ترقی نشست

ان شاء اللہ

برائے پروفیشنل ادارہ جات (میڈیکل کالجز و یونیورسٹیز)

بروز

بتاریخ

بمقام

ہفتہ، التوار

9-10 مارچ

مرکز طیبہ مدیکے

- ✖ اصلاحی دروس
- ✖ ملٹی میڈیا بریفنگ
- ✖ سوالات و جوابات
- ✖ فرسٹ ایڈ
- ✖ شہری دفاع
- ✖ تقریری مقابلہ

المُعَرَّبِ سٹوڈنٹس پاکستان 042-37242754

تو جب تو فارغ ہو جائے تو محنت کر۔ اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کر۔ (القرآن)

فارغ محنت ہیں، ملک کے باوقار شہری بنیں

امتحانات سے فارغ طلباء کیلئے

• گھڑسواری • تیراکی • فرسٹ ایڈ • تزکیہ نفس
• تقریری و تحریری صلاحیتوں میں نکھار

21
روزہ تربیتی کورس

ہر ہفتہ نئی کلاسز کا آغاز

نوٹ: کورس میں شامل ہونے کے لیے ترسیل کے مقامی ذمہ دار سے رابطہ کریں۔



قارئین کرام کی خدمت میں **دارالاندلس** کی طرف سے پیش کیا جانے والا ایک انمول تحفہ



مقالات لبانیہ

فضیلہ شیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کے رشحاتِ قلم سے

- علمی، تحقیقی اور اصلاحی موضوعات پر مشتمل 14 مضامین کا نادر مجموعہ۔
- قرآن وحدیث کے دلائل وبراہین سے مزین تحقیق پر مبنی گراں قدر علمی دستاویز۔
- فرق ضالہ اور ادیانِ باطلہ کے جہالت پر مبنی اعتقادات کا رد۔
- فرقہ وارانہ تعصب رکھنے والے نام نہاد علماء کے گمراہ کن نظریات کا بطلان۔
- تجدد پسند علماء، مغرب زدہ دانشوروں اور روشن خیال مفکرین کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا مسکت اور مدلل جواب۔

عمدہ طباعت اعلیٰ اور معیاری کاغذ جاذب نظر نمائند

Head Office
+92-322-4006412
+92-42-35062910

6-غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
+92-42-37242314

4-لیک روڈ چوہدری لاہور
042-37230549

دارالاندلس